

خارج ہو جائے گا۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ان علوم میں مشغولیت بہت سے مندرجہ شریعی علوم کے حصول و اشتغال کو فوت کر دیتی ہے۔

اے فرزند! حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض اپنی عنایت بے غایت سے تجھے ابتداء جوانی میں ہی قربہ کی توفیق نصیب فرمائی تھی۔ اور اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے درویشوں میں سے ایک درویش کے ساتھ رجوع کی نعمت عطا فرمائی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ نفس و شیطان نے تجھے اس توبہ پر قائم و ثابت رہنے دیا یا نہیں۔ توبہ پر استقامت مشکل ہی نظر آتی ہے۔ آپ کا آغاز جوانی کا وقت ہے۔ تمام دنیوی اسباب و وسائل مہیا ہیں۔ اور نامناسب و ناپسندیدہ ہمنشین اور ساتھی بھی آپ کے ارد گرد جمع ہیں۔

ہمہ اندر زن بتو این است کہ تو طفلی و خانہ رنگین ست

میری طرف سے تجھے ساری نصیحت یہی ہے کہ توبہ ہے اور مکان بڑا رنگین اور خوشنما ہے (کہیں اس کے نقش و نگار میں کھوکھلائی نہ ہو)۔

اے فرزند! کہنے کا کام یہی ہے کہ انسان فضولِ مباحات سے بھی بچے اور مباحات میں سے صرف قدر ضرورت پر اکتفا کرے۔ وہ بھی اس نیت سے کہ وظائفِ بندگی ادا کرنے کی ہمت و طاقت بحال اور موجود رہے۔ مثلاً خوراک سے مقصود ادا ملے طاعات کی قوت ہے۔ اور لباس سے ستر شرکاء اہل گرمی و سردی کا دفاع ہے۔ اسی قباس پر باقی مباحات مندرجہ ہیں۔ اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے عریض کو اپنا معمول بتایا ہے اور رخصت سے تنہی الا مکان اجتناب کیا ہے۔ اور یہ بھی عریض میں داخل ہے کہ بقدر ضرورت پر اکتفا کیا جائے۔ اور اگر عریض کی یہ دولت میسر نہ ہو تو مباحات کے دائرہ سے قدم باہر نہیں رکھنا چاہیے۔ اور حرام اور شبہ امور کا ترک نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مباحات کے اندر ہی اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتوں کو اتم و اکمل طور پر جائز قرار دے دیا ہے اور اسی دائرہ کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ تمام تمنعات سے قطع نظر کو کسی آسائش اس کے برابر ہو سکتی ہے کہ اس کا مولیٰ اس کے اعمال پر راضی اور خوش ہو جائے۔ اور کو کسی سختی اس کے برابر ہو سکتی ہے کہ انسان کا آقا اس کے اعمال سے ناراض اور ناخوش ہو۔ خدا تعالیٰ کی رضا جنت میں جنت سے بہتر ہے اور دوزخ میں اللہ کی ناراضگی نار دوزخ سے بُری ہے۔

یہ انسان بندہ محکوم ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کا پابند ہے۔ اسے شرعاً بے شمار کی طرح

کھلا نہیں چھوڑا گیا کہ جو دل میں آئے کرے۔ غور و فکر سے کام لینا چاہیے۔ اور عقل و رائدیش سے سوجھا چاہیے۔ ورنہ کل قیامت کو سوائے ندامت اور خسارہ کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ کام کرنے کا وقت یہی جوانی کا موسم ہے۔ جو افز و وہی ہے جو اپنا وقت ضائع نہ کرے۔ اور فرصت کے لمحات کو غنیمت جانے۔ ممکن ہے کہ اگر تان قضا و قدر اسے بڑھاپے تک دنیا میں نہ رہنے دیں۔ اور اگر بڑھاپے تک عمر وفا بھی کرے تو شاید اس وقت دل جمعی اور سکون نصیب نہ ہو۔ اور اگر اس وقت سکون میسر بھی ہو تو وہ ضعیف اور پیری کا وقت ہے، کام کچھ نہیں ہو سکے گا۔ اس وقت جبکہ دل جمعی اور سکون کے اسباب میاں ہیں اور والدین کا وجود بھی اللہ تعالیٰ کے انعامات میں ہے کہ فکر معاش ان کے سر پر ہے۔ اور فرصت کا سرمایہ ہے اور قوت و استطاعت کا زمانہ ہے۔ تو پھر کس عذر کے تحت آج کا کام کل پر ڈالا جائے۔ اور اچھا کس کر لیں گے۔ پر عمل کیا جائے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

هَلَكَ الْمَسْئُوفُونَ ۝
ہلاک ہو گئے وہ لوگ جو کہتے ہیں معتریب ہم یہ

کام کر لیں گے یعنی آج کا کام کل پر ڈالنے والے۔

ہاں، اگر کہیں دنیا کے کام کل پر ڈالیں اور آخرت کے کاموں کو آج سرانجام دیں تو یہ بہت ہی بہتر ہے جس طرح اس کا الٹ نہایت قبیح ہے۔ اس آغاز جوانی کے وقت میں کہ دشمنوں یعنی نفس اور شیطان کا غلبہ ہے۔ مقصودے عمل کا اس قدر اعتبار اور اس قدر وقعت ہے کہ دشمنوں کے غلبہ نہ ہونے کے وقت کئی گنا زیادہ عمل کا بھی اتنا اعتبار اور اتنی قدر و قیمت نہیں۔ فوجی قاعدہ اور دستور کے مطابق دشمنوں کے غلبہ کے وقت سپاہیوں کی کارگزاری کی بڑی قدر ہوتی ہے اور ان کا مقصورا ستر و بھی بڑی وقعت اور نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اور دشمنوں سے امن و امان کے وقت وہ قدر و قیمت نہیں ہوتی۔

اے فرزند! پیدائش انسانی سے مقصود جو خلاصہ کائنات ہے، لہو و لعب اور کھانا اور سونا نہیں۔ بلکہ انسانی خلقت و پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ بندہ وظائف بندگی ادا کرے۔ اور ذل و انکسار، عجز و محتاجی اور ہمیشہ جناب قدس خداوندی جل سلطانہ میں التجا اور تضرع کا تعلق قائم رکھے۔

وہ عبادات جو شرع محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان کی ہیں۔ اور ان عبادات سے مقصود بھی

سے دینی نے مسند العزیز میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت با الفاظ التسویف
شعار الشیطان یلقیہ فی قلب المؤمن اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے با الفاظ ایاک والتسویف بالتو
نقل کی۔ اور امام بخاری نے تازیخ میں حضرت عکرمہ سے بطریق ارسال روایت کی۔ اور خلیل ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے با الفاظ لعن اللہ المسوفات روایت کی۔ مترجم عفی عنہ

بندوں کے منافع اور مصالح ہیں۔ اور جنابِ قدسِ خداوندی عزّ شانہ کی طرف کوئی نفع عائد نہیں ہوتا۔ ان سب کو جان و دل سے ممنون ہو کر ادا کرنا چاہیے اور پوری تسلیم و اطاعت سے تمام مامورات کی فرمانبرداری اور تمام ممنوعات سے رکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے کامل بے نیازی کے باوجود اپنے بندوں کو مامورات اور ممنوعات سے سرفراز فرمایا ہے۔ ہم محتاجوں کو اتم طریقہ پر اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے اور پوری احسانِ مندی کے ساتھ احکام کی فرماں برداری میں کوشاں رہنا چاہیے۔

وہ فرزند جانتا ہے کہ اگر اہل دنیا میں سے ظاہری شوکت و مرتبے والا شخص اپنے ماتحت متعلقین میں سے کسی کو کسی خدمت کے ساتھ سرفراز کرے اور اس خدمت میں خدمت سپرد کو کچھ مالے صاحب شوکت شخص کا نفع بھی ہو تو یہ ماتحت انسان اس کے حکم کو کس قدر عزیز خیال کرتا ہے۔ اور جانتا ہے کہ ایک عظیم القدر شخص نے اسے اس خدمت پر مامور کیا ہے۔ تو یہ ماتحت انسان پوری احسانِ مندی کے ساتھ اس خدمت کو بجا لایگا۔ توڑے تمب اور افسوس کی بات ہے کہ خداوند تعالیٰ جلِ سلطانہ کی عظمت اس دنیا دار شخص کی عظمت سے بھی نظر میں کم محسوس ہو کہ خدا تعالیٰ کے احکام اور اس کے وظائفِ بندگی کی ادائیگی میں کوشش نہ کی جائے۔ شرم آتی چاہیے۔ اور غلابِ خرگوش سے بیدار رہنا چاہیے۔

خدا تعالیٰ جلِ سلطانہ کے احکام بجا نہ لانا دو وجہ سے ہوتا ہے۔ یا تو اس بنا پر کہ اجازاتِ شرعیہ کو جھوٹا خیال کیا جائے۔ اور ان پر یقین نہ ہو اور یا اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ و تقدس کے حکم و فرمان کو دنیا داروں کے حکم سے بھی حقیر اور کم تر خیال کیا جائے۔ اس صورتِ حال کی شناخت اور بُرائی آپ خود ملاحظہ کریں۔

اے فرزند! جس شخص کے جھوٹ کا بار بار تجربہ ہو چکا ہو وہ اگر یہ اطلاع دے کہ فلاں قوم پران کے دشمن فلاں رات شب خون ماریں گے۔ تو اس قوم کے عقل مند لوگ اپنی حفاظت کے لیے چارہ جوئی کریں گے اور مصیبت کے وقایع کی فکر کریں گے۔ باوجودیکہ جانتے ہیں کہ اطلاع دینے والا شخص جھوٹ بولنے کا عادی ہے۔ لیکن خبر بھی کہتے ہیں کہ حاکمندی یہی ہے کہ خطرے کے وہم سے بھی پرہیز کرنا اور بچنا ضروری ہے۔

(اس بات پر تیس کرتے ہوئے جانا چاہیے کہ) مخبر صادق جنابِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بانی کے ساتھ عذابِ اُخروی کے بارے میں خبر دی ہے۔ لیکن آپ کی باتوں سے بالکل متاثر نہیں ہوتے کیونکہ اگر متاثر ہوتے تو اس کے ازالے کی فکر کرتے۔ حالانکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا علاج بھی معلوم کر چکے ہیں۔ تو یہ کیا ایمان ہوا کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر کو سمجھنے والی کی خبر کو

اہمیت بھی نہ دی جائے۔ اسلام کی صرف رسمی صورت نجات کے لیے کافی نہیں، یقین درکار ہے۔ اور یقین کہاں ہے بلکہ وہم بھی نہیں۔ کیونکہ عقل مند لوگ خطرے کے مقامات میں وہم کو بھی اہمیت دیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے۔

وَاللّٰهُ بِصِبْغٍ اِيْمَانٍمَّا تَعْمَلُوْنَ . اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

اس ارشاد خداوندی کے باوجود لوگ اعمالِ قبیحہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اگر یہ جانتے ہوں کہ ایک آدمی اور غیر شخص ان کے اعمالِ قبیحہ سے باخبر ہے تو ہرگز یہ بُرے اعمال اس کے سامنے نہ کریں۔

ایسے لوگوں کا حال دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو اللہ تعالیٰ کے علم کا ان کو یقین نہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کے مطلع ہونے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ تو ایسا کردار ایمان میں داخل ہے یا کفر سے تعلق رکھتا ہے۔ تو اس فزون پر لازم ہے کہ نئے سرے سے ایمان کی تجدید کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

جَدِّدُوا اِيْمَانَكُمْ بِقَوْلِ كَاللّٰهِ اِلَّا اللّٰهُ کلمہ لا الہ الا اللہ سے اپنے ایمان کو تازہ کرو۔

اور اعمالِ ناپسندیدہ سے توبہ خالص کا اعادہ کرنا چاہیے۔ وہ امور جن سے روکا گیا ہے اور جو شرع میں حرام ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔ پانچ وقت کی نمازیں باجماعت ادا کریں۔ اگر قیام میل اور نمازِ تہجد بھی میسر آئے تو زہد ہے سعادت۔

مالِ زکوٰۃ ادا کرنا بھی ارکانِ اسلام میں سے ہے اسے بھی ضرور ادا کیا جائے۔ ادائیگیِ زکوٰۃ کا اُن طریقہ یہ ہے کہ سال کے اندر قدر زکوٰۃ کے طور پر جو حصہ فقرہ ادا کرتا ہے اسے باقی مال سے الگ کر لے۔ اور ذہن میں رکھے۔ اور سارا سال مصارفِ زکوٰۃ میں ادا کرتا رہے۔ اس طرح ہر بار دیتے وقت نئی نیت کی ضرورت نہیں۔ جدا کرتے وقت جو نیت کی تھی وہی کفایت کرے گی۔ اور اس کا اندازہ تو آپ کو ہو گا ہی کہ سارا سال فقرہ اور مستحقین پر آپ کتنا خرچ کرتے ہیں۔ لیکن جو مال یہ نیت زکوٰۃ ادا کیا جاوے زکوٰۃ میں شمار نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہماری بیان کردہ صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اور کافی مقدار میں مال زکوٰۃ نکالنے سے خلاصی ہو جاتی ہے۔ اور بالفرض متفرق طور پر زکوٰۃ کا مال سارے سال میں ادا نہ ہو تو بچا ہوا زکوٰۃ کا روپیہ الگ رکھیں اور ادا کریں۔ اسی طرح ہر سال کرتے رہیں فقرہ کے لیے مال زکوٰۃ جو الگ کیا گیا اگر اس وقت اس کی ادائیگی نہ ہو سکے ممکن ہے کل ہو جائے۔

اسے فرزند! جبکہ نفسِ فطرتاً سحفت بخیل اور کنجوس ہے اور احکامِ خداوندی جلِ سلطانہ کی ادائیگی

۱۷ سورہ ہجرات پارہ ۴ ص ۲۶۱

۱۸ احمد و طبرانی بالفاظِ مختلفہ

میں سرکش واقع ہوا ہے۔ اس لیے تاکید و مبالغہ کے طور پر یہ الفاظ لکھے گئے ہیں۔ ورنہ فی الحقیقت تمام اموال و املاک کا مالک حق سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ کس کی مجال ہے کہ ادائیگی میں دیر کر سکے۔ لہذا پوری اللہ تعالیٰ کی پوری احسان مندی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کیا کریں۔ اسی طرح باقی تمام عبادات میں کسی طور پر بھی اپنے آپ کو معاف اور تسلی قرار نہ دیں اور حق العباد کی ادائیگی میں تو بہت زیادہ توجہ مبذول کرنی چاہیے اور پوری کوشش کرنی چاہیے کہ کسی کا حق اپنے ذمہ نہ رہے۔ دنیا میں اس حق کی ادائیگی آسان ہے۔ نرمی اور چالوئی سے بھی دوسرے کا حق رفع ہو سکتا ہے (کہ اس کی منت خوشامد کر لی جائے)۔ آخرت میں مشکل ہے وہاں ادائیگی کا کچھ علاج نہ ہو سکے گا۔

احکام شریعہ کی صحیح فوجیت علمائے آخرت سے معلوم کیا کریں۔ ان کے کلام میں ایک تاثیر ہے شاید ان کے مبارک کلمات کی برکت سے عمل کی توفیق بھی مل جائے۔

علمائے دنیا سے جنہوں نے علم کو مال و جاہ کے حصول کا ذریعہ بنا رکھا ہے دور رہنا چاہیے۔ مگر جبکہ متقی اور پرہیزگار عالم نہ ملے تو ضرورت کے تحت بقدر ضرورت علمائے دنیا کی طرف رجوع کیا جائے۔ وہاں آپ کے پاس حاجی محمد آثرہ دیندار علماء میں سے ہیں۔ اور یہاں شیخ علی آثرہ سے تو آپ کی شناسائی بھی ہے غرضیکہ یہ دونوں حضرات ان علاقوں میں غنیمت ہیں۔ مسائل شریعہ کی تعینات میں ان کی طرف رجوع کرنا بہت مناسب ہے۔

اے فرزند ایم فقراء کو اپنا علم دینا سے کیا تعلق و مناسبت کہ ان کی اچھی دہری بات زبان پر لائیں اس باب میں نصائح شریعہ اتم و اکمل طریقہ پر وارد ہو چکی ہیں۔ فذلہ الحجۃ البالغۃ (اللہ ہی کے لیے مکمل حجت ہے۔

لیکن اُس فرزند یعنی تم نے فقراء کی طرف رجوع کیا تھا۔ اس مناسبت کے باعث اکثر اوقات دل کی توجہ اُس فرزند کی طرف مبذول رہتی ہے۔ اور وہی توجہ اس گفتگو کا بھی باعث اور سبب ہے میرا یقین ہے کہ ان نصائح اور مسائل میں سے اکثر تمہارے کان تک پہنچ چکی ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ مقصود عمل ہے، صرف علم مقصود نہیں۔

بیمار اگر اپنے مرض کا علاج جانتا ہو، جب تک دعا استعمال نہیں کرے گا صحت نہیں ہوگی۔ ورنہ صرف علم کچھ فائدہ نہ دے گا۔ یہ سب تاکید و مبالغہ ترغیب عمل کے لیے ہے۔ علم ان چرچت مکمل کر دینا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

ان اللہ الناس عذاباً یوم القیمۃ قیامت کے روز سب لوگوں سے زیادہ عذاب

عالم لم یفعله اللہ بعلمہ۔ اس عالم کو جو کہ جسے اللہ نے اس کے علم سے نفع

نہ دیا۔

وہ فرزند جانتا ہے کہ سابقہ رجوع نے اہل اللہ کی صحبت کم نصیب ہونے کے باعث کوئی نتیجہ نہیں نکالا۔ کہیں اس فرزند کے جوہر استعداد کی نفاست سے ضرور خبردار کرتی ہے۔ امید ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس رجوع کی برکت سے اپنے پسندیدہ کاموں کی توفیق بخشے گا اور اہل نجات میں سے کرے گا۔

بہر حال اس گروہ اہل اللہ سے اپنا رشتہ محبت نہ توڑے اور ان پاک لوگوں کے حضور میں التجا اور عاجزی کو اپنا شعار اور دستور بنارکے۔ اور منتظر رہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس گروہ اہل اللہ کی محبت و عقیدت کے وسیلہ سے اپنی محبت سے مشرف فرمائے اور پوری طرح اپنی طرف کھینچ لے۔ اور ان دنیوی تعلقات کے خوشنوں سے پورے طور پر نجات عطا کرے۔

عشق آں شعلہ ست کہ چل بر فروخت ہر پہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

یتیم لا در قتل غیر حق براند! در شکر زان پس کہ بعد لاچسہ ماند

ماند الا اللہ باقی جملہ سوخت شاد باش اے عشق شرکت سود زنت

عشق وہ شعلہ ہے کہ جب روشن ہوا تو اس نے معشوق کی ہستی کے سوا باقی سب کچھ ہلا کر رکھ دیا۔ غیر حق کو قتل کرنے کے لیے اس عشق نے تلوار چلائی تو دیکھو کہ لاکے بعد کیا باقی رہا۔ صرف اللہ باقی رہا اس ذات کے علاوہ سب کچھ ختم ہو گیا۔ اے مضبوط طریقہ پر شرکت کو جلا دینے والے عشق، تو ہمیشہ خوش رہو۔

مکتوب نمبر (۷۴)

فقر اول (اہل اللہ) کی محبت پر ابھارنے، ان کی طرف متوجہ رہنے اور صاحب شریعت علیہ

السلام کا راز و ہر یہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور میرانی نے صغیر میں اور حقیقی نے شب الایمان میں اور ابن ہدی اور عاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو نقل کیا۔ حافظ غلغله۔ (مترجم حنفی ج ۱)

۷۴ جو لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور اس کا پرچار کرتے ہیں کہ بزرگوں سے عقیدت و محبت اور ان کا وسیلہ کوئی چیز نہیں ان کو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ پر غور کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ صیح عقیدہ کی نعمت عطا فرمائے۔

(مترجم حنفی ج ۱)

و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع و پیروی کی نصیحت کے بیان میں۔

میرزا بدیع الزمان کی طرف صادر فرمایا۔

آپ کا مراسلہ شریفہ اور مفاد و ضابطہ وار دہوا۔ **حَمْدُ اللَّهِ سُبْحَانَهُ** کہ اس کے ضمن میں معافی سے فخر سے محبت اور درویشوں کے ساتھ عقیدت و توجہ ظاہر ہو رہی تھی جو تمام معادلوں کا سر باپ ہے۔
لَا تَهْمُ جُكْسًا وَلَا لُحْمًا سُبْحَانَهُ۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے بندے اللہ کے ہمیشہ ہیں۔
وَهُمْ قَوْمٌ لَا يَشْفَى جَلِيلُهُمْ۔ یہ ایسے بابرکت لوگ ہیں کہ ان کا ہمیشہ بہت

نہیں۔

وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
عَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِيهِمْ بِصَعَالِيكَ
الْمَقَالِ حَرِينِ
 اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فقراء
 معالجین کے طفیل اور وسیلہ سے کفار پر نصرت
 و کامیابی طلب کرتے تھے۔

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي
شَاكِرِيهِمْ رَبِّ أَشَعَتْ مَذْقُوعًا بِالْأَجْوَا
لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَابْرَأَ۔ ۱۵
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل اللہ کی شان میں
 فرمایا: بہت سے پرانے بال دروازوں سے دھکیلے
 جانے والے اگر اللہ پر کسی کام کی قسم کھائیں تو
 وہ ان کی قسم پوری کرتا ہے۔

۱۵ اسے سعادت آثار آپ کے مکتوب گرامی میں میرے متعلق ایک فقرہ یہ تھا خلدیو نشائین یعنی
 مالک در جہان۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ صفت ذات حضرت واجب الوجود کے ساتھ خاص ہے
 بل سلطانہ۔ بندہ مملوک جو کسی شے پر قادر نہیں اس کے لیے کہاں گنجائش ہے کہ کسی بھی وجہ سے اپنے
 خدوند بل سلطانہ کے ساتھ مشارکت و ہونڈے اور اپنے خدا ہونے کے راستے پر دوڑ پڑے۔ خاص کر

۱۶ یہ سنن بخاری و مسلم کی اس حدیث سے اخذ ہے **وَأَنَّهُ أَهْلًا إِذَا ذُكِرَ فِي** اور جب میرا بندہ مجھ پر
 کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اور اللہ کا بندہ کسی وقت بھی باو حق سے غافل نہیں ہوتا۔
 ۱۷ بخاری و مسلم بالفاظ متفاوتہ۔ ۱۸ مشکوٰۃ بحوالہ شرح السنۃ۔

۱۹ سلم شریف بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۰ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے یہ احادیث یہاں نقل فرما کر دراصل اس مسئلے کی طرف اشارہ فرمایا
 کہ اولیاء کرام کو وسیلہ جاننے کا عقیدہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل سے ثابت ہے۔ اور اس عقیدہ کو شرک و
 بدعت قرار دینا گمراہی ہے۔ منکرین وسیلہ غور فرمائیں۔ (ترجمہ معنی مند)

آخرت کے جہان میں جہاں مالکیت اور ملکیت کی حقیقی اور کیا مجازی ذات مالک یوم الدین کے ساتھ خاص ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ندا فرمائے گا۔ لَمَنِ الْمَالُ الْيَوْمَ۔ یعنی آج سلطنت کس کی ہے؟ اور خود ہی جواب میں فرمائے گا يَلَهُ الْوَاوِدُ الْفَقَّارُ یعنی صرف اللہ واحد تبار کے لیے ہے۔ اس روز بندوں کے لیے دہشت اور خوف کے سوا کچھ ثابت نہیں ہوگا اور حسرت و ندامت کے سوا کچھ منظور نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے قرآن مجید میں اس روز کی شدت و سختی اور اس دن کے مخلوق کے انتہائی اضطراب سے خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

إِنَّ ذَٰلِكُمْ لَلسَّاعَةِ نَسِيٌّ عَظِيمٌ۔ بیشک قیامت کے دن کا زلزلہ عظیم ہے جو
يَوْمَ تَوَدُّوْنَ أَنَّ تَزْهَلَ كُلُّ مُمْضَعَةٍ۔ اس روز تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی
حَمَلًا أَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی۔ اور
حَمْلٍ حَمْلُهَا وَ تَرَى النَّاسَ ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرا دے گی۔ اور تم لوگوں
سُكَارَىٰ وَ مَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيدٌ۔ کہ بیہوشی کی حالت میں دیکھو گے وہ فی الحقیقت
بسیرش نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب
(پٹ۔ سورہ حج)

۵ درال روز کہ فعل پسند و قول اولوا العزم و اول بلرز نہ ہوں
بجائیکہ دہشت برندا نبیاء و قورند رگسہ راجہ واری بیا

اس روز جبکہ قول و فعل سے باز پرس ہوگی، اور اولوا العزم انبیاء و کرام کا دل بھی خوف سے لرز رہا ہوگا۔ وہ جگہ جہاں انبیاء پر بھی دہشت طاری ہوگی تو بتا اپنے گناہوں کا کیا عند پیش کرے گا۔ ایک ضروری نصیحت یہ ہے کہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام و التیمہ کی اتباع اپنے آپ پر لازم پکڑو۔ اس کے بغیر نجات محال ہے۔ اور دنیا کی زیبائش و آرائش کی طرف مطلقاً التفات اور توجہ نہ کرو۔ اور اس کے ہونے نہ ہونے کو کچھ اہمیت نہ دو۔ کیونکہ دنیا اللہ سبحانہ کی نظر میں مغموم و مردود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کچھ قدر و منزلت نہیں۔ لہذا بندوں کو چاہیے کہ دنیا کے ہونے کی نسبت نہ ہونے کو بہتر جانیں۔ اور دنیا کی بے وفائی اور اس کے جلد فنا ہو جانے کا قصہ مشہور بلکہ شاہد سے ہی آچکا ہے تم دنیا چاہتے والے ان لوگوں کے حال سے عبرت پکڑو جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں سید المرسلین علیہم آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کی توفیق عطا کرے۔

مکتوب نمبر (۵۷)

یہ مکتوب بھی میرزا بدیع الزمان کی طرف صادر فرمایا۔

حضرت سید کریم علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی پر اُبھارنے کے بیان میں۔ اقول
تبعیم عقائد کے ساتھ اور ثنائیۃ فقہ کے ضروری احکام کے ساتھ۔ اور اس بات کے بیان میں کہ حق
سُبْحَانَهُ و تعالیٰ سے اس کی ذات کو وسیلہ یا بے وسیلہ طلب کرنا چاہیے۔
اللہ سُبْحَانَهُ و تعالیٰ تمہیں سلامتی اور عافیت عطا کرے۔

سعادت دارین کی دولت سید کریم علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اتہار اکملہ کی اس
ثابت پر موقوف ہے جس کی وضاحت اور جو طریقہ علمائے اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سیدم نے بیان
کیا ہے۔ سب سے پہلے ان اہل سنت بزرگوں کی آراء کے مطابق اپنے عقائد کی درستی ہے۔ دوسرے نمبر
پر حلال و حرام، فرض و واجب، سنت و مستحب اور مباح و مشتبہ کا علم حاصل کرنا چاہیے۔ اور اس علم
کے تقاضے کے مطابق عمل بھی درکار ہے۔

یہ دوا عقادی اور عملی بازو حاصل کر لینے کے بعد اگر سعادت ازلی مدد فرمائے تو عالم قدس کی طرف
پرواز میسر آسکتی ہے۔ اور اس کے بغیر خار و درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے کیسی دنیا اس لائق نہیں
کہ اسے اپنا سلوب بنالیں۔ اور نہ مالی وجاہ کہ یہ حیثیت حاصل ہے کہ اسے اپنے مقاصد قرار دے لیا جائے
بلکہ محبت مزنا چاہیے اور حق تعالیٰ کی ذات سے بے وسیلہ یا با وسیلہ اسی کی ذات کو طلب کرنا چاہیے۔ حج
کار این ست وغیر این ہمہ بیہج
اصل کام یہی ہے اس کے سوا سب بیہج ہے۔

جب تم نے پوری توجہ اور اخلاص کے ساتھ ہم سے دعا کی درخواست کی ہے تو آپ کو بشارت
ہو کہ آپ باسلامت اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹیں گے۔ لیکن ایک شرط خاص طور پر ملحوظ رکھیں کہ قبلہ
توجہ صرف ایک ذات ہونی چاہیے (اپنا مرشد کامل)۔ اپنے قبلہ توجہ متعدد افراد کو قرار دینا اپنے آپ کو
تفرقے اور انتشار کا شکار کرنا ہے۔ مشہور مثل ہے:

”ہر کہ یک جا ہم جاوہر کہ ہمہ جا بیج جا“

یعنی ہر ایک جگہ قائم ہے ہر جگہ ہے اور جو ہر جگہ ہے ایک جگہ بھی نہیں

حضرت مفتی سبحانہ و تعالیٰ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والیقینہ کی راہ پر استقامت عطا فرمائے۔ ان تمام پر جو متبع ہدایت ہیں اور مصطفیٰ علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والیقینات کی متابعت کو لازم جانتے ہیں، سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر (۷۶)

یہ فیج خاں کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ ترقی و روح اور تقویٰ سے وابستہ ہے۔ اور فضولِ مباحات کو ترک کرنے کی ترغیب میں۔ اور اگر یہ میسر نہ ہو تو حرام چیزوں سے بچتے ہوئے فضولِ مباحات کے دائرے کو تنگ تر رکھنا چاہیے۔ اور اس امر کے بیان میں کہ حرام اشیاء سے بچنا دو قسم ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ذَرِیْمَ تَسْتَعِیْنِ۔ ”ہم اللہ تعالیٰ ہی کے نام سے شروع کرتے ہیں اور اسی سے مدد کے طلبگار ہیں۔“

اللہ تعالیٰ آپ کو ہر عیب سے بچائے اور ہر واغدار کرنے والی شے سے محفوظ رکھے بلیضلِ حرمت سید بشر جن سے کبھی فکر کی نفی ہو چکی ہے۔ علیہ علی آلہ من الصلوٰۃ اکملہ و من التسلیمات افضلہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا اَتَتْكُمْ الرَّسُوْلُ فَاَتُوْهُ دَوْمًا
فَہِکُمْ عَنْہُ فَاَنْتَهُنَّ
جو چیز تعینِ رسول دے اسے اے لو اور پس
چیز سے منع کرے اس سے روک جاؤ۔

نجات کا دار و مدار دو چیزوں پر ہے۔ اُقامہ کی بجا آوری اور ممنوعات سے باز رہنا۔ اور ان دو میں جزا خیر کو زیادہ اہمیت و عظمت حاصل ہے، جسے روح اور تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حدیث میں وارد ہے:

ذکرُ رجل عند رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم بعبادۃ و
اجتهاد و ذکر آخر برعنتہ فقال
حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم کی
خدمت میں ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو عبادت
گزار تھا اور اوراد و وظائف میں بہت کوشش

۱۷ سورہ حشر۔ پارہ قدیم اللہ (۲۸)۔

۱۸ ترمذی شریف بروایت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسناد حسن۔

النبي صلى الله تعالى عليه وعلى آله
وسلم لا تعدل بالمر عتله شيئاً يعني
کتاباً اور ایک دوسرے کا ذکر کیا گیا جو درج ۵
موصوف تعارضی خلاف شرع امور سے بچنا تھا۔
اور آپ نے فرمایا اور ع کے برابر کسی شے کو نہ سمجھو۔
المر ۶۔

اور سنو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ بھی ارشاد ہے:

صَلَاةٌ دَيْنُكُمْ الْوَسْمُ
نمائے دین کا دار و مدار ورع و تقویٰ پر ہے۔

اور انسان کو فرشتے پر فضیلت اس ورع و تقویٰ کے سبب ہے اور مدارج قرب کی طرف ترقی بھی
اس دوسرے جہز ورع و تقویٰ کے باعث ہے۔ کیونکہ لاکھ جہز اول (عبادت) میں انسان کے ساتھ شریک
ہیں مگر ان میں ترقی مفقود ہے پس ورع و تقویٰ کے جہز کی رعایت اسلام میں سب سے اعلیٰ ترین مقاصد
میں سے ہے اور دین کے نہایت ضروری امور میں داخل ہے۔ اور اس جہز کی رعایت جس کا مدار حرام چیزوں
سے بچنے پر ہے، کامل طور پر اسی وقت میسر آسکتی ہے جبکہ فضول مبامات سے بھی اجتناب کیا جائے اور
مبامات میں سے بقدر ضرورت پر کفایت کی جائے۔ کیونکہ از کتاب مبامات میں باگ کا ڈھیلہ کرنا شنبہ
امور کے از کتاب تک پہنچا دیتا ہے اور مشتبہ سے تجاوز کر کے انسان حرام تک جا پہنچتا ہے۔

مَنْ حَافَظَ حَوْلَ الْإِحْمَالِ يُوشِكُ أَنْ
يَقَعَ فِيهِ۔
جو چراگاہ کے گرد گھومتا ہے قریب ہے کہ ایک
روز چراگاہ میں گس جائے۔

پس کامل ورع و تقویٰ کے حصول کے لیے مبامات میں سے بھی بقدر ضرورت پر کفایت کرنا ضروری
ہے۔ اور مباح بقدر ضرورت بھی اس وقت مٹھرتا ہے جبکہ وظائف بندگی کی ادائیگی کی نیت سے ہو
ورنہ بقدر ضرورت مقدار بھی وبال ہے۔ اور بامقصد غمخواری مقدار میں مباح کا استعمال بھی زیادہ کے
حکم میں داخل ہے۔

اور جب فضول مبامات سے بالکل اجتناب خصوصاً آج کل بہت کیا ہے۔ تو حرام چیزوں سے
اجتناب کرتے ہوئے بقدر طاقت فضول مبامات کے از کتاب کو ننگ کرنا چاہیے۔ اور اس از کتاب
مبامات میں ہمیشہ شرمندہ اور استغفار کرتے رہنا چاہیے۔ اور فضول مبامات کے از کتاب کو محرمات
میں داخلے کی کھڑکی تصور کرتے ہوئے ہمیشہ حق سبحانہ سے التجار اور زاری میں شغول رہنا چاہیے۔ ممکن ہے
یہ نہامت واستغفار اور التجار و تضرع اس اجتناب کا کام دے سکے جو فضول مبامات سے تعلق رکھتی ہے
۱۔ شکوۃ شریف۔

۲۔ بخاری و مسلم بروایت حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور اس طرح بندہ فضول مباحات کے ارتکاب کی آفت سے محفوظ و مامون رہ سکے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں گنہ گاروں کی عاجزی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اطاعت گزار لوگوں کی جدوجہد سے زیادہ محبوب ہے۔ اور محرمات سے بچنا بھی دو قسم پر ہے۔ ایک قسم وہ ہے جس کا تعلق اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق مخلوق العباد سے ہے۔

دوسری قسم کی رعایت زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ غنی مطلق ذات ہے، اور ارحم الراحمین ہے۔ اور بندے فقیر اور محتاج اور فطرتاً بخیل اور کنجوس ہیں۔ لہذا ان کے حقوق کی ادائیگی زیادہ ضروری ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ
مِنْ عَمَلٍ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ
رَبِّهِ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ رِبَاءً
وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ
أُخِذَ بِقَدَرٍ مِمَّا لَمْ يَسْتِمْ
لَنْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ بَيِّنَاتٍ
صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ

جس شخص کے ذمے اس کے بھائی کا کوئی حق اترے
بچے ابروئی وغیرہ مرتزبا ہے کہ آج ہی اس کو
معاف کر دے اس سے پہلے کہ اس کے پاس
نہ کوئی دینار رہے اور نہ درہم کیونکہ قیامت کے
روز اس حق کے بدلے اس کی نیکیاں لی جائیں گی
اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو حق والے
کی بدیاں لیکر اس پر ڈال دی جائیں گی۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے:

اتَّقُوا مَا الْمَظْلُومُ
الْمَظْلُومُ يَنْتَهِ
لَا مَتَاعَ
وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَظْلُومَ مِنْ أَمْنٍ مَنْ
يَبْقَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَسْأَلُ فِي
صَبَاحِهِ وَرَكْعَةٍ قَرِيبَةٍ قَدْ شَتَمَ
هَذَا أَوْ قَذَفَ هَذَا أَوْ أَكَلَ مَالَ
هَذَا أَوْ فَكَّ دَمَ هَذَا وَحَصَبَ

جانتے ہو غفل اور تلافی کون شخص ہے، اگر گن
نے کا ہم میں غفلت و شخص ہوتا ہے جس کے پاس
نہ درہم نہ سامان۔ آپ نے فرمایا میری امت میں
غفلت وہ ہے جو قیامت کے روز نماز روزہ
زکوٰۃ لے کر آئے گا لیکن اس کے ساتھ اس نے
کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر تہمت لگائی ہوگی
کسی کا مال کھایا ہوگا کسی کا خون بنایا ہوگا۔
اور کسی کو مار پٹیا ہوگا۔ تو اس شخص کی نیکیاں

۱۔ بخاری شریف بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۔ مسلم شریف بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

هَذَا كَيْعُطَىٰ هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ كَانَ
فَوَيْتَ حَسَنَاتِهِ قَبْلَ أَنْ يُقْضَىٰ
مَا عَلَيْهِ أَخَذَ مِنْ خَطَايَاهُ
فَطَلَحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طَحَسَ رَفِي
النَّاسِ
لے کر ان کو دے دی جائیں گی۔ پھر اگر اس کی
نیکیاں اس کے ذمے حرق کی ادائیگی سے پہلے
ختم ہو گئیں تو ان مقداروں کی برائیاں لے کر
اس پر ڈال دی جائیں گی اور پھر اس شخص کو
دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بالکل سچ اور حق فرمایا ہے۔
دوسری بات یہ ہے کہ ہندو ان مسرات کی حمد و ستائش اور شکر گزاری کرتا ہے کہ ان کے مہم قدم
بے بدوہ منظمہ لاہری میں اس گئے گزرے زمانہ میں احکام شرعی و معاج پذیر میں ادا اس جگہ دین کی تقویت
اور ملت کی ترویج حاصل ہے۔ فقیر کے نزدیک یہ شر لاہور تمام ہندوستان کے شہروں میں قلب ارشاد
کی طرح ہے۔ اس شہر کی خیر و برکت تمام بلاد ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے۔ اگر اس شہر میں دین و راج پڑے
ہوگا تو باقی علاقوں میں بھی دینی شمار کا رواج متحقق رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا مرید و ناسر ہو بنی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ
عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ
حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُم عَلَى
ذَلِكَ
میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ نمایاں اسلام
پر غالب اور دین حق پر قائم رہے گا۔ ان کی امداد
کرنے والے انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے
یہاں تک کہ قیامت آجائے اور وہ اپنے حال پر
قائم ہوں گے۔

چونکہ آپ کو میرے پیرومند معرفت پناہ قبلہ گا دے رشتہ محبت کی دولت نصیب ہے اس بنا پر
وہی رابطہ محبت ان چند کلمات کے لکھنے کا محرک ہوا ہے۔ اس سے زیادہ الطناہ و نامناسب ہے۔
آپ کو یہ رقعہ پہنچانے والا دعا گو، نیک اور صلحاء اور شریف زادوں میں سے ہے۔ ایک حاجت آپ کی
خدمت میں لے کر حاضر ہوا ہے۔ امید ہے کہ اس بارہ میں توجہ شریف بند دل کر کے اس کی حاجت روائی
کریں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی بزرگ آل کی حرمت اور طغیل آپ کو دولت حقیقی اور عطا
سرمدی حاصل ہو۔ بیاد تآب میر سید جمال الدین کو میری طرف سے دعوات عزیمت پہنچا دیں۔

اے حاکم نے حضرت عمر و نیز حاکم اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نیز ابن ماجہ نے منیر بن شبہ
اور ابو داؤد نے عمران بن حصین سے بالغائلہ مختلفہ یہ حدیث روایت کی۔

مکتوب نمبر (۷۷)

جباری غاں کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ خدائے بے مثل و بے کیف کی صبح عبادت و بندگی کب میسر آتی ہے

اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی بَعَثَا دِیَ الَّذِیْنَ اَصْطَفٰی۔

بعد از خدائے ہرچہ پرستند پیچ نیست

بے دولت است آنکہ پیچ اختیار کرو

خدا تعالیٰ کے سوا جس شے کی بھی پرستش کی جائے بالکل پیچ ہے۔ وہ شخص بے نصیب ہے جو بے کلام

کام کو پسند کرتا ہے۔

بے مثل و بے کیف خدائے جلّ سلطانہ کی عبادت اس وقت میسر آتی ہے جبکہ ماسوی اللہ کی بندگی

سے آزاد ہو کر صرف ذات احد کو قبلہ توجہ بنالیا جائے۔ اور اس توجہ کی نشانی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے

ماصل ہونے والی نعمت یا تکلیف دونوں برابر ایک سے محسوس ہوں۔ بلکہ اس مقام کے ابتداء حصول

کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی تکلیف انعام کی نسبت زیادہ مرغوب و پسندیدہ محسوس

ہوتی ہے۔ اگرچہ آخر کار معاملہ تقویٰ (سب کچھ اللہ کے حوالے کرنا) تک جا پہنچتا ہے۔ اور انعام تکلیف

جو کچھ ملتا ہے بہتر اور بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ عبادت جو رغبت بخت یا خوف و دوزخ کے تحت

ہوتی ہے۔ فی الحقیقت یہ عبادت اپنی عبادت ہے۔ اس سے مقصود اپنی نجات اور اپنا سر در ہے۔

تا تو در بند خویش تن باشی عشق گوئی در دوزخ زن باشی

جب تک تو اپنی اغراض کی بندش میں ہے تیرا دھڑی عشق و دوزخ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

اس دولت کا حصول فائز مطلق سے وابستہ ہے۔ اور صرف ذات احدیت کی طرف توجہ محبت

فانی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ اور ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والیقینہ کے ظہور کا مقدمہ

ہے۔ اس ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والیقینہ کی نعمت غلطی کا حصول نبی اکرم علیہ

من الصلوات امتیاد من الیقینات اکملہ کی کمال اتباع پر موقوف ہے۔ کیونکہ ہر نبی علیہم الصلوات و

القیامات کی شریعت جواز راہ نبوت اس کے عطا کی جاتی ہے اس کی ولایت کے مناسب ہوتی ہے۔

کیونکہ ولایت میں کلیۃً شیخ حق سبحانہ کی طرف ہوتا ہے۔ اور جب اسے نبوت کے ساتھ دعوت و ارشاد کے لیے بھیجے لاتے ہیں تو وہ اسی فور کے ساتھ نیچے تشریف لاتا ہے اور اسی کمال کو مخلوق کی توجہ کے ساتھ جمع کرتا ہے۔ اور مقام نبوت کے کمالات کے حصول کا سبب بھی وہی فور ہوتا ہے۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ ”نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے“۔

اس گفتگو سے بہر حال یہ بات ثابت ہو گئی کہ ہر نبی کی شریعت اس کی ولایت کے مناسب ہوتی ہے۔ اور اس شریعت کی اتباع و پیروی اس نبی کی ولایت تک پہنچا دیتی ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے بعض پیروکاروں کو آپ کی ولایت سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔ بلکہ وہ دوسرے انبیاء کرام کے قدموں پر ہوتے ہیں اور ان کی ولایت سے حصہ پاتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت تمام انبیاء کرام کی شریعتوں کی جامع ہے۔ اور جو کتاب (قرآن مجید) آپ پر نازل ہوئی ہے وہ تمام آسمانی کتابوں کو شامل ہے۔ پس اس شریعت کی اتباع تمام پہلی شریعتوں کی اتباع ہے۔ تو اپنی استعداد کی مناسبت کے اندازہ کے مطابق جو بعض انبیاء کے ساتھ ہوتی ہے، بعض حضرات ان انبیاء سے ولایت اخذ کرتے ہیں اور اس میں کچھ حرج نہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ولایت بھی تمام انبیاء کی ولایتوں کو حاوی ہے علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔

تو ان ولایتوں تک پہنچنا درحقیقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خصوصیت رکھنے والی ولایت کے اجزاء میں سے ایک جزو تک پہنچنا ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ولایت تک نہ پہنچنے کا سبب آپ کی کمال متابعت میں کمی کے سبب ہوتا ہے۔ اور اس کمی کے بہت سے درجات ہیں۔ اس لیے ولایت کے درجات میں بھی فرق و تفاوت ہوتا ہے۔ اور اگر آپ کا کمال اتباع میسر آجاتا تو آپ کی ولایت تک وصول ممکن ہو جاتا۔ یہ اعتراض اس وقت واقع ہوتا ہے جبکہ دوسرے انبیاء کرام کی شریعتوں کے پیروکاروں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت خاصہ حاصل ہو جائے۔ علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات والتقیات۔ اور جب یہ بات نہیں تو اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے ہم پر انعام فرمایا، ہمیں صراط مستقیم اور دین قریم کی طرف ہدایت و رہنمائی فرمائی۔ صراط مستقیم دین کے مضبوط راستے اور روشن شریعت سے عبارت ہے:

لے جانا چاہیے کہ یہ اہل سکر کا مقولہ ہے جیسا کہ امام ربانی قدس سرہ نے صغیرۃ تیب میں تصریح کی ہے۔

إِنَّكَ لِمِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى صِرَاطٍ
آپ رسولوں میں سے ہیں اور صراطِ مستقیم
پر ہیں۔

اس معنی و مضمون کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعتِ حقہ کی کامل اتباع آپ کے کامل متبعین اور معظم اولیاء کلام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طفیل نصیب فرمائے اس رقعہ دعا کو آپ کے پاس لانے والا چونکہ آپ کی طرف جا رہا تھا، تو سلسلہ محبت ان چند کلمات کے لکھنے کا محرک بن گیا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ سبحانہ لدیکم۔

مکتوب نمبر (۷۸)

یہ مکتوب بھی جباری خاں کی طرف صادر فرمایا۔

سفرِ در وطن کے معنی اور سیرِ آفاقی و انفسی اور اس بیان میں کہ اس دولت کا حصول صاحبِ شریعت علیٰ مصدرِ با الصلوٰۃ والسلام والحقیت کی اتباع کے ساتھ وابستہ ہے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ شریعتِ حقہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والحقیت کے طریقہ اور راستہ پر استقامت نصیب فرمائے۔

پندرہ روز کی بات ہے کہ بندہ دہلی اور آگرہ کے سفر سے واپس لوٹا ہے اور اپنے وطن مالوت میں آرام پذیر ہوا ہے۔ اس وقت حُب الوطن من الایمان نقدِ وقت ہے۔ وطن مالوت میں آنے کے بعد اگر سفر ہے تو اپنے وطن ہی میں ہے "سفرِ در وطن" اس خاندانہ غلیفہ نقشبندیہ کے اکابر کے اصول مقررہ میں سے ہے۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

اس طریقہ میں اس سفر کی چاشنی ابتداء ہی میسر آ جاتی ہے اور نہایت کے برابریت میں درج ہونے کے طور پر حاصل ہوتی ہے۔ کارکنانِ قضاء و ستدرا اگر چاہتے ہیں تو اس گروہ کی ایک جماعت کو مجذوب سالک بناتے ہیں اور بیرونی سیر میں ڈال دیتے ہیں۔ اس سیرِ آفاقی کے مکمل ہونے کے بعد بیرونی سیر میں جو سفرِ در وطن سے عبارت ہے آرام عطا کرتے ہیں۔

ایں کارِ دولت است کنوں تا کارِ دہشت

یہ کام دولت ہے۔ دیکھیے اب یہ کسے عطا کرتے ہیں۔

هَيِّنَا لِرَّاسٍ بَابِ النَّعِيمِ نَعِيمًا

ع

ترجمہ: نعمت والوں کو نعمتیں خوشگوار رہیں۔

اس نعمت غفلتی تک وصول سیدھا اولین و آخرین علیہ علی آلہ من الصلوٰات افضلہا ومن التجات اکلہا کی اتباع سے وابستہ ہے۔ بندہ جب تک اپنے آپ کو پورے طور پر شریعت میں گم نہ کر دے۔ اور اور امر کی بجا آوری اور ممنوعات سے رُکنے کے ساتھ مزین و راستہ نہ کرے۔ اس دولت و نعمت کی خوشبو بندے کی روح سرنگم نہیں سکتی۔ شریعت کی مخالفت کے باوجود اگرچہ بال برابر ہی ہوا اگر اعمال و مواجید حاصل ہوں تو وہ استدراج میں داخل ہیں۔ آخر اسے رسوا اور ذلیل کریں گے۔ محبوب رب العالمین علیہ علی آلہ من الصلوٰات افضلہا ومن التجات اکلہا کی اتباع اور پیروی کے بغیر عذابِ آخری سے نفاہی اور نجات ناممکن ہے۔ چند روزہ زندگی کو حق سبحانہ و تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں میں صرف کرنا چاہیے وہ کیا زندگی اور کیا عیش ہے اگر بندے کا مالک و مولیٰ اس کے اعمال و افعال کی بنا پر اس سے ناراض ہو۔ حق سبحانہ و تعالیٰ بندے کے بُری اور فحش حالات سے واقف و آگاہ ہے اور حاضر و ناظر ہے۔ ایسی عظیم و بزرگ ہستی کے سامنے افعالِ قبیحہ کا مرتکب ہونا بڑے شرم کی بات ہے۔

مثال کے طور پر لوگوں کو اگر یہ معلوم ہو کہ کوئی شخص ان کے عیوب و ناپسندیدہ افعال پر مطلع ہو جائے تو ایسی صورت میں کوئی ناشائستہ حرکت کرنے کو ہرگز تیار نہیں ہوتے اور نہیں چاہتے کہ وہ ان کے بُرے اعمال سے آگاہ ہو۔ ترکیبِ مسیبت ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے علم و اطلاع کی کچھ پردہ نہیں کرتے۔ یہ کیا اسلام ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا اس بندے کے برابر بھی لحاظ اور اقتدار نہیں کرتے۔ نعوذ باللہ سبحانہ من شر و افسناد من مبینات اعمالنا۔ ہم اللہ سبحانہ کے پاس پناہ لیتے ہیں اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے بُرے اعمال سے۔ مطابق حدیث مبارک:

جَدِّدْ اِیْمَانَا نَحْمَدُہٗ لَوْلَا اِنَّہٗ
اَلَا اِنَّہٗ۔

کہتے رہو۔

اس کلمہ عظیم الشان کے ساتھ ہر آن تجدیدِ ایمان کرتے رہنا چاہیے۔ اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام ناپسندیدہ افعال سے توبہ اور رجوع کرتے رہنا چاہیے۔ شاید دوسرے وقت تک توبہ کی فرصت و مہلت نہ دیں۔

هَلْكَ الْمُسَوِّوْنَ۔ یعنی ”ابھی کریں گے“ کہنے والے ہلاک ہو چکے ہیں۔

حدیث نبوی علیہ علی آلہ الصلوٰات و التسلیمات یعنی نیک کام میں تاخیر کرنے والے ہلاکت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ فرصت کو غفیمت جانتا چاہیے اور حق تعالیٰ کی مرضی کے کاموں میں اپنے لمحاتِ زندگی

صرف کرنے چاہییں۔ تو بہ کی توفیق حق سبحانہ تعالیٰ کی عنایات میں سے ہے حق سبحانہ تعالیٰ سے ہمیشہ اس بات کے خواہاں رہیں۔ اور وہ درویش جن کا قدم شریعت میں راسخ اور پختہ ہے اور جو عالم حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں ان کی دعا و محبت و توجہ کا طالب رہنا چاہیے۔ اور ان سے مدد و طلب کرنی چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی ان کی مدد و دعا کی کھڑکی سے ظاہر ہو کر جناب قدس خداوند تعالیٰ کی طرف پہنچ سکے۔ اور اس میں مخالفت کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ جب تک ایک بال برابر بھی شریعت سے مخالفت کی راہ کھلی ہے بدستور خطرے کا محل موجود ہے۔ مخالفت کے تمام راستے بند اور مسدود رہنے ضروری ہیں۔

محال است سعدی کہ راہ صفا توان رفت بزور پئے مصطفیٰ

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں کو چھو کر صفائی اور ہدایت کے راستے پر اسے سعدی چلنا محال اور ناممکن ہے۔

اہل اللہ پر اعتراض کرنا خصوصاً جہاں درمیان ہیں پیری مریدی کا تعلق ہوا اور درمیان میں راہ افادہ کھلا ہوا ہو گز نہ ہو گز نہ چاہیے۔ اعتراض اور نکتہ چینی کو نہ ہر قائل تصور کرنا چاہیے۔ اس سے زیادہ گفت گریے مقصد اور اظہار میں داخل ہے۔ یہ چند حروف رابطہ محبت و اخلاص کی بنا پر لکھے گئے ہیں۔ امید ہے کہ لال کا باعث نہیں بنیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ملا عمر اور شاہ حسن شریف زادے ہیں۔ ملازمت و نوکری کے طلب گار ہیں امید ہے کہ انہیں اپنے خاص ملازمین میں داخل کر لیں گے۔ اسماعیل بھی یہی ارادہ لے کر حاضر خدمت ہوا ہے۔ اگرچہ پیادہ ہے مگر امید رکھتا ہے کہ اپنے حال کے مطابق ضرور حصہ پائے گا۔ زیادہ دوسری ٹھیک نہیں۔ والسلام والا کرام۔

مکتوب نمبر (۷۹)

یہ مکتوب بھی جباری خاں کی طرف صادر فرمایا۔

۱۔ معلوم ہوا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ بھی اولیاء اللہ سے مدد و طلب کرنے کا عقیدہ رکھتے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے ہیں۔ لہذا یہ عقیدہ مشترک نہ کیسے ہو سکتا ہے؟ (مترجم)

اس بیان میں کبر و روشن شریعت تمام پہلی شریعتوں کی جامع ہے۔ اس شریعت پر عمل کرنا

تمام پہلی شریعتوں پر عمل کرنے کے مترادف ہے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

اللہ تعالیٰ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والیقینۃ کے طریقہ اور راستہ پر ثبات و استقامت عطا فرما کر مکمل طور پر اپنی جناب قدس کی طرف کھینچ لے۔

جبکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام آسمانی اور مسماتی کمالات کے جامع ہیں۔ اور وہ کتاب جو آپ پر نازل ہوئی ہے بطریقہ اعتدال تمام آسمانی کتابوں کی جو تمام انبیاء و کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلامات و التسلیمات پر نازل ہوئی ہیں، بطور خلاصہ ان کی جامع اور آسمانی و مسماتی کمالات کی مظہر ہے۔ نیز وہ شریعت جو سرور دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائی گئی ہے تمام پہلی شریعتوں کا خلاصہ اور پختہ ہے۔ اور وہ اعمال جو اس شریعت حقہ کے مطابق ادا ہوں تمام مابقی شریعتوں کا انتخاب ہیں بلکہ اعمال لائقہ کا بھی انتخاب ہیں۔ کیونکہ بعض لائقہ حالت رکوع میں رہنے پر مامور ہیں، بعض کر سجدہ میں رہنے کا حکم ہے، اور بعض قیام میں ہیں۔ اسی طرح پہلی امتوں میں بعض پر نماز فجر فرض تھی اور بعض دوسری امتوں پر دوسری نمازیں۔ اس شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والیقینہ میں امم سابقہ اور ملانکہ مقررین کے اعمال کا خلاصہ اور پختہ نکال کر ان کی ادائیگی کا حکم دیا

۱۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ امام محمد و ابی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبید اللہ بن محمد سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب فجر کے وقت حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ قبول ہوئی تو آپ نے فجر کی دو رکعت ادا کیں۔ اس طرح نماز فجر کا آغاز ہوا۔ اور بوقت ظہر جب حضرت اسحاق صلیح حضرت اسماعیل کا پینڈھے کی شکل میں فوج قبول ہوا تو آپ نے ظہر کی چار رکعت ادا کیں، اس طرح نماز ظہر کی ابتدا ہوئی۔ اور جب حضرت عزیر علیہ السلام سوسال کے بعد دوبارہ زندہ ہوئے تو ان سے کہا کہ کثرت یعنی تم کتنی دیر بیاں پڑے رہے۔ آپ نے کہا ایک روز۔ تو آپ نے سورج دیکھا تو فرمایا ایک دن یا دن کا بعض حصہ۔ تو آپ نے چار رکعت عصر کی پڑھیں تو اس طرح نماز عصر شروع ہوئی اور حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مغفرت بوقت مغرب ہوئی۔ تو آپ چار رکعت ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تین رکعت پڑھ کر شدت غم اور رونے کے باعث تھک گئے۔ تو اس طرح مغرب کی نماز تین رکعت قرار پائی اور عشاء کی نماز سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ادا فرمائی۔ پہلی امتوں میں نماز عشاء نہیں تھی۔

گیا ہے۔ لہذا اس شریعت کی تصدیق اور اس کے مطابق اعمال صالحہ کا بجالانا درحقیقت تمام شریعتوں کی تصدیق اور تمام شریعتوں کے مطابق اعمال کا بجالانا ہے۔ اسی بنا پر اس شریعت کی تصدیق کرنے والے غیر الائمہ کہلائے۔

اسی طرح اس شریعت کی تکذیب کرنا اور اس کے مطابق اعمال بجانا لانا تمام پہلی شریعتوں کی تکذیب ہے۔ اور تمام پہلی شریعتوں کے مطابق عمل نہ کرنا ہے۔ اسی طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کا انکار ہے۔ اور آپ کی تصدیق ان سب کی تصدیق ہے۔ تو لازمی طور پر آپ کے منکر اور اس شریعت کے منکر پذیرین ائمہ ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں فرمایا گیا:

أَلَا عَجَبًا أَتَشْكُرُونَنَا أَذِّيقَانَا

گنوار لوگ کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں۔

محمد مصربی کا بروئے ہر دو سراست

کسیکہ خاک در شریعت خاک بر سر او

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو دو جہاں کی عزت و بروج میں جو شخص آپ کے در کی خاک نہیں بننا اس کے سر پر خاک پڑے یعنی وہ ذلیل و خوار ہو۔

اللہ صاحب انعام اور صاحب احسان ہی کی حمد و ثناء ہے کہ اس شریعت اور صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام والقیۃ کے متعلق آپ کو حسن اعتقاد اور کمال یقین آپ پر ثابت ہو چکا تھا۔ اور آپ کو اپنے نامناسب حالات پر ہمیشہ ندامت و انگیر رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کیفیت میں مزید اضافہ فرمائے۔

دوسرا تقاس یہ ہے کہ اس رقعہ دعا کا حامل میاں شیخ مصطفیٰ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کی نسل سے ہے۔ ہندوستان میں ان کے بزرگ بزرگوں کی حیثیت میں تشریف لائے۔ ان کے بزرگوں کے ذرائع معاش اور بہت سے وظائف مقرر تھے شیخ مصطفیٰ مذکور بے معاشی کے سبب فوج کی ملازمت کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور اپنی اسناد اور متعلقہ احکام اپنے ہمراہ لائے ہیں۔ انہیں امید ہے کہ آپ کے توسل سے ان کو دل جمعی اور سکون نصیب ہو جائے گا۔ شخص مذکور کے لیے بڑے آفیسروں کی خدمت میں اس طرح سفارش فرمائیں کہ موثر ثابت ہو۔ اور معاشی پریشانیوں کے ستائے ہوئے افراد کے لیے سکون قلب کا سبب ہو۔ والسلام والا کلام۔

مکتوب نمبر (۸۰)

میرزا فتح احمد عظیم کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ تشریف فرما میں سے صاحب نجات فرقہ صرف اہل سنت و جماعت ہیں۔

اور بدعتی فرقوں کی مذمت اور اس کے مناسب احوال کے بیان میں۔

خبر سبحانہ و تعالیٰ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و اٰلہٖ و اٰلہٖ و اٰلہٖ کے راستہ اور طریقہ پر قائم رکھے

کارا بن ست غیسرا میں ہمہ پیچ

ع

اصل کام ہی ہے۔ باقی سب کام، پیچ ہیں۔

تشریف فرما میں سے ہر فرقہ اتباع شریعت کا مدعی اور اپنی نجات پر یقین رکھتا ہے:

کُلُّ جَوِّیٍّ یَّمْلَأُ لَدَیْهِمْ قَرْنًا، سرگروہ اپنے شرب و طریقہ پر خوش ہے۔

سب کا نقد وقت ہے۔ لیکن جو دلیل پیغمبر صادق علیہ من الصلوٰۃ والسلام و اٰلہٖ و اٰلہٖ و اٰلہٖ کے تسلیمات اکملہ نے فرقہ ناجید (نجات پانے والا) کی تمیز کے لیے بیان فرمائی ہے، یہ ہے:

اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی مَا اَنَا عَلَیْهِ

اَصْحَابُی، ہائے گاہہ ہے جو اس طریقہ پر قائم ہے جس پر میں

ہوں اور میرے صحابہ۔

اس مقام پر صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کافی ہونے کے باوجود صحابہ کرام کا ذکر ممکن

ہے۔ یہ نظر کرنے کے لیے ہو کہ میرا طریقہ وہی ہے جو میرے صحابہ کا ہے۔ اور نجات کا طریقہ صرف ان کی اتباع کے طریقہ سے وابستہ ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَنْ یُّطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللّٰهَ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے حقیقت

(سورہ نساء۔ پارہ ۵) خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔

پس رسول کی اطاعت میں خدا تعالیٰ کی اطاعت ہے اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت

کے خلاف چلنا میں خدا تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی ہے جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کو رسول کی اطاعت کے خلاف اور الگ کوئی چیز تصور کیا ہو اسے اللہ تعالیٰ ان کے حال کی قرآن مجید میں خبر دیتا ہے اور ان پر حکم کفر لگاتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:

يُؤَيِّدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَ
رُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ
وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ، وَيُؤَيِّدُونَ أَنْ
يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا -
أُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا -
ایسے ہی لوگ و تحقیقت کچے کافر ہیں۔

پس ہمارے زبید بحث مسئلے میں گزشتہ بیان سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریقے کی پیروی سے مخالفت کرنے ہوئے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع و پیروی کا دعویٰ کرنا سراسر باطل دعویٰ ہے۔ بلکہ ایسی اتباع و تحقیقت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عین معصیت اور نافرمانی ہے۔ لہذا صحابہ کرام سے مخالفت طرفینہ اختیار کر کے نجات کی مجال و گنجائش اور نجات کا امکان کہاں ہے۔

يَحْسَبُونَ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ شَيْءٍ عَاجِلٌ - أَلَا
إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْكَادِبُونَ -
(مسک) پر ہیں من لو بیشک ہی لوگ جھوٹے ہیں

اور اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اتباع کا پابند صرف اہل سنت و جماعت کا گروہ ہے۔ شکر اللہ تعالیٰ سیدہم۔ لہذا نجات پانے والا بھی یہی فرقہ ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر طعن و تشنیع کرنے والے فرقہ صحابہ کرام کی اتباع سے محروم ہیں۔ جیسے شیعہ، خارجی اور معتزلہ۔ یہ سب نوپیدا شدہ فرقے ہیں۔

ان کا رئیس و سردار و قتل بن عطاء امام اہل سنت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں
۱۷ سورہ نسا۔ پارہ لایحبب اللہ (۶) ۱۸ سورہ مجادلہ۔ پارہ قد سمع اللہ (۲۸)

۱۹ یہ نفع مند بھری ہیں میری سنو وہ ہیں پیدا ہوا اور مسلمانہ بھری ہیں مر گیا۔ اس شخص کی کچھ تصانیف بھی ہیں جیسے کتاب اصناف المرید، کتاب التزیہ، کتاب معانی القرآن۔ یہ شخص واقعہ محل میں شرکت کرنے والے لوگوں کے عادل بنے ہیں تو کف کرنا تھا۔

۲۰ آپ طبقہ اللہ کے سردار ہیں مسئلہ بھری ہیں آپ نے وصال فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر بارہ ستر سال کے قریب تھی۔ علامہ ابن حجر نے ان کی یوں تعریف کی ہے۔ آپ فقیہ ہیں، فاضل ہیں اور شہرت و دام کے مالک ہیں۔ کتابوں کے اوراق اور تمام ممالک اسلامیہ میں آپ کے مناقب جلیلہ اور محامد جمیلہ ثبت ہیں آپ کے تذکروں سے کتب سیر و حال بھری پڑی ہیں۔ آپ صوفیہ صافید کے سردار اور رئیس اور ان کے مشیر و رہبر ہیں اور صوفیہ کے سلسلے آپ پر منتہی ہوتے ہیں۔ ستر جم۔

ہے۔ ایمان اور کفر کے درمیان اسطیث ثابت کرنے کی بنا پر امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے الگ ہو گیا۔ آپ نے اس کے متعلق فرمایا اَعْتَذَلَ عَنَّا یہ شخص ہم سے جدا ہو گیا۔ اسی طرح باقی فرقے بھی اہل سنت سے الگ مسلک و عقیدہ رکھتے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں عیب نکالنا درحقیقت پیغمبر خدا جل و علا کی ذات میں عیب نکالنے کے مترادف ہے :

مَا أَمَّنَ بِرَسُولِ اللَّهِ مِنْ لَعْنَةٍ قَوْلِ اس شخص کا رسول خدا پر بھی کوئی ایمان نہیں جو صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر کا منکر ہے۔

کیونکہ صحابہ کرام میں خبیث و خرابی کا پایا جانا درحقیقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں خبیث و خرابی ہونے کا باعث ہے نَعُوذُ بِاللَّهِ سُبْحَانَهُ مِنْ هَذَا الْأَعْتِقَادِ السُّوْعَاءِ ہم ایسے برے اعتقاد سے اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ بیٹے ہیں۔

نیز قرآن و احادیث کے احکام شرعیہ جو ہم تک پہنچے ہیں صحابہ کرام کی نقل و روایت اور واسطہ سے پہنچے ہیں جب صحابہ کرام مطعون ہوں گے تو ان کی نقل و روایت بھی مطعون منظور ہوگی۔ اور احکام شرعیہ کی نقل و روایت چند صحابہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام صحابہ کرام عدالت، صدق اور تبلیغ دین میں برابر ہیں پس کسی ایک صحابی میں طعن و عیب دین میں طعن و عیب تسلیم کرنے کو مستلزم ہے۔ والیاذ باللہ سبحانہ و تعالیٰ۔

اور اگر صحابہ کرام نہ نکمست چینی کرنے والے یہ لوگ یہ کہیں کہ ہم بھی صحابہ کرام کی متابعت کرتے ہیں۔ اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم تمام کی متابعت دہر دی کریں بلکہ سب کی متابعت ممکن ہی نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے مسائل میں صحابہ کرام کی آپس میں آراء مختلف اور متناقض ہیں اور الگ الگ مشرب رکھتے ہیں۔ اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ بعض کی متابعت اس وقت سودمند ہو سکتی ہے جبکہ اس کے ساتھ بعض دوسرے صحابہ کرام کا انکار نہ ہو۔ بعض کے انکار کی صورت میں بعض دوسروں کی متابعت کا جو تصور نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ حضرت امیر علی کرم اللہ وجہہ نے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم و توقیر کی ہے۔ اور انہیں اپنا مقتدا اور پیشوا بننے کا اہل تصور کرتے ہوئے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے پس خلفائے ثلاثہ کے انکار کے ساتھ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی متابعت کا دعویٰ کرنا بعض افتراء ہے۔ بلکہ خلفائے ثلاثہ کا یہ انکار حقیقت میں حضرت امیر کا انکار ہے اور حضرت امیر کے اقوال و افعال کا صریح رد ہے۔

شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات میں تقیہ کا احتمال ماننا بھی کم عقلی کے باعث ہے۔ عقل صمیم اس بات کو ہرگز جائز نہیں رکھتی کہ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمال معرفت و شہادت کے باوجود تین سال تک خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بغض اپنے سینے میں چھپائے رکھا اور اپنے ضمیر کے خلاف ظاہر کرتے رہے اور اتنا عرصہ نفاق کے ساتھ ان کی صحبت و مجلس قائم رکھی۔ اہل اسلام میں سے ادنیٰ مسلمان بھی ایسا نفاق متصور نہیں ہو سکتا۔ اس فعل کی بدی اور شناعة کا تصور کرنا چاہیے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ایسی بے بسی، ایسے فریب اور ایسے نفاق سے موصوفے اور اگر بغرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم و توقیر تقیہ کے تحت اندر سے نفاق کرتے تھے۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اول سے آخر تک تعظیم و توقیر کرتے تھے اور انہیں بزرگ جانتے تھے۔ اس کا کیا جواب ہو گا؟ آپ کی ذات کی طرف ترقیہ کی نسبت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حق کی تبلیغ و اشاعت پیغمبر پر واجب و ضروری ہوتی ہے۔ آپ کے لیے تقیہ جائز جاننا نامذہب اور بے دینی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ
إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ
فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ
مِنَ النَّاسِ

اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے
آپ پر نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دیا
اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے خدا کی رسالت کی
تبلیغ نہیں کی۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا

کفار کا کرتے تھے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) وحی میں سے جو اس کے موافق ہوتا ہے اسے ظاہر کرتا ہے اور جو اس کے موافق نہیں ہوتا اسے ظاہر نہیں کرتا بلکہ اسے چھپائے رکھتا ہے اور یہ امر طے شدہ ہے کہ نبی کا عطا پر قائم رہنا ناجائز اور ناممکن ہے۔ ورنہ اس کی شریعت میں فعل اور نقص لازم آئے گا۔ تو جب خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم و توقیر کے خلاف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ بھی ظاہر نہیں ہوا تو قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ ان کی تعظیم و توقیر کرنا عطا سے محفوظ اور زوال سے مأمون ہے۔ اب ہم پھر اصل بات کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور ان کے اعتراض کے جواب کو مزید متبع اور صاف کرتے ہیں کہ اصول میں تمام صحابہ کرام کی متابعت ضروری ہے اور ان کا آپس میں اصول کے اندر قطعاً

لے پارہ لایب اللہ (۶) سورۃ مائدہ۔

کوئی اختلاف نہ تھا۔ ان کا آپس کا اختلاف صرف فروع سے تعلق رکھتا ہے۔ اور وہ شخص جو بعض صحابہ میں عیب نکالتا ہے سب کی متابعت سے محروم ہے۔

بلاشبہ تمام صحابہ کرام اصول میں باہم بالکل متفق تھے۔ لیکن ان اکابر دین کے انکار کی نحوست انسان کو اختلاف میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اور اتفاق سے دور بھینک دیتی ہے۔ بلکہ قائل کا انکار اس کی بات کے انکار تک پہنچا دیتا ہے۔

نیز شریعت حقہ کے مبلغ تمام صحابہ کرام ہیں۔ جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا۔ کیونکہ تمام صحابہ عدول ہیں۔ ہر ایک کی نقل و روایت کے ذریعے شریعت کا کچھ نہ کچھ حصہ ہم تک پہنچا ہے۔ اسی طرح ہر ایک سے قرآن مجید کی ایک ایک یا زیادہ آیات جمع کی گئی ہیں۔ تو صحابہ کرام کے انکار سے ان سے نقل شدہ اس آیت یا آیات کا انکار ہے۔ لہذا منکر کے لیے پوری شریعت پر عمل پیرا ہونا ناممکن ہے قرآن مجید اور فلاح کیلئے نصیب ہو سکتی ہے و اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَ
تَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاءُ
مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنْكُمْ ۖ آخِزِي
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۚ

تو کیا تم لوگ کتاب کے کچھ حصے پر ایمان رکھتے ہو
اور بعض کا انکار کرتے ہو تو تم میں سے ایسا کرنے
والے کی سزا اس کے سوا کچھ نہیں کہ اسے دنیا کی
زندگی میں بھی ذلت پہنچے اور آخرت میں ایسے
لوگ سخت عذاب کی طرف دھکیلے جائیں گے۔

ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ موجودہ قرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جمع کیا ہوا ہے بلکہ فی الحقیقت قرآن کے جامع حضرت صدیق و حضرت فاروق میں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کوئی اور قرآن جمع کیا ہوگا (نہ عم شیعہ) تو سوچنا چاہیے کہ ان اکابر کا انکار فی الحقیقت قرآن کا انکار ہے۔ حیاذ باللہ سبحانہ۔

کسی نے اہل تشیع کے ایک مجتہد سے سوال کیا کہ یہ قرآن تو حضرت عثمان کا جمع کیا ہوا ہے۔ آپ کا اس قرآن کے تعلق کیا عقیدہ ہے؟ تو اس مجتہد نے جواب دیا کہ انکار میں کوئی مصلحت ہم کو نظر نہیں آتی کیونکہ اس کے انکار سے تمام دین کا معاملہ درہم برہم ہو جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ کوئی عقل مند انسان اس بات کو ہرگز جائز قرار نہیں دے سکتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی رحلت کے روز تمام صحابہ کرام ایک امر باطل پر جمع تھے۔ اور یہ ثابت شدہ ہے۔

۱۔ پارہ اول سورہ بقرہ۔

امر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کی وقت تینتیس ہزار صحابہ کرام مدینہ شریف میں حاضر اور موجود تھے۔ اور سب نے خوشی و رغبت سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی۔ ان تمام صحابہ کرام کا گمراہی و ضلالت (بیعت صدیق بزعیم شیعہ) پر جمع ہونا محالات میں سے ہے۔ حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

لَا يَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ۔ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

اور ابتدا میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرنے میں جو دیر ہوئی وہ اس بنا پر تھی کہ آپ کو مشورہ خلافت میں طلب نہیں کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:

مَا غَضِبْنَا إِلَّا لِمَا خَوَّنَا حِينَ الْمَشُورَةِ۔ ہمیں کسی بات سے رنج نہیں پہنچا اگر اس بات سے کہ ہمیں مشورہ میں نہیں بلایا گیا۔ اور بیشک ہمارے یقین ہے کہ ابو بکر صدیق ہم سے بہتر ہیں۔

اور صحابہ کرام کا آپ کو مشورہ خلافت میں نہ بلانا ایک مصلحت پر مبنی تھا۔ اور وہ یہ تھی کہ آپ اہل بیت میں موجودہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک کے حادثہ اور مصیبت میں صدر اولیٰ کے وقت ان کو تسلی اور صبر جمیل کی تلقین میں مصروف تھے۔ وغیرہ الک۔

اور وہ اختلافات جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام میں واقع ہوئے ہرگز خواہش نفس کے تحت نہیں تھے۔ کیونکہ ان بزرگوں کے نفوس تزکیہ حاصل کر چکے تھے اور امانت کی سے نکل کر اطمینان کے مقام پر فائز ہو چکے تھے۔ ان کی خواہشات شریعت کے تابع ہو چکی تھیں۔ بلکہ وہ اختلاف اجتماع اور حق کی سر بلندی پر مبنی تھا۔ لہذا جو خطا پر تھے ان کے لیے ایک درجہ ثواب ہے۔ اور جو حق پر تھے انہیں دو درجہ ثواب حاصل ہوگا۔ اس لیے زبان کو ان کی شان کے خلاف کچھ کہنے سے روکنا چاہیے اور سب کو اچھائی سے یاد کرنا چاہیے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”یہ ایسے خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا۔ تو ہمیں اپنی زبانیں بھی ان سے پاک رکھنی چاہئیں۔“
امام شافعی ہی ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

۱۔ مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی شریف بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

۲۔ تاریخ الخلفاء۔

”لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد مجبور اور پریشان ہوئے تو انہیں اس آسمان کے نیچے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بہتر کوئی شخص نہ ملا تو انہوں نے اپنی گردنوں کا دانی ان کو بنالیا۔“

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول اس امر کی تصریح ہے کہ وہاں کوئی تقبیہ نہیں تھا اور حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صدیق کی بیعت پر راضی اور غور سے تھے۔
باقی ماندہ ایک مقصودی بات یہ ہے کہ میاں سیدن ولد میاں شیخ ابوالخیر بزرگ زادہ لوگوں میں ہے۔ سفر دکن میں وہ آپ کے ساتھ گیا تھا۔ آپ کی عنایت و شفقت کا امیدوار ہے۔ مولانا محمد عارف بھی طالب علم اور بزرگ زادہ ہے۔ اس کا باپ کا ایک عالم دین شخص تھا۔ معاشی مدد کے سلسلے میں آپ کی توجہ کا امیدوار ہے۔ والسلام والا کلام۔

مکتوب نمبر (۸۱)

لار بیگ کی طرف صادر فرمایا۔

اسلام کی ترویج پر ابھارنے اور اسلام اور مسلمانوں کی پستی اور ضعف اور ذلیل کفار

کے غلبہ کے بیان میں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہماری اور تمہاری غیرت اسلامی میں اضافہ کرے۔ قریباً ایک صدی سے اسلام کی عزت اور پستی اس حد تک کو پہنچ چکی ہے کہ بلاد اسلام میں کفار صرف احکام کفر کے اجراء پر راضی نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی احکام بالکل مٹ جائیں اور مسلمانوں اور مسلمانوں کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ اور ان کی جرأت وہ ہے پاکی بیان تک پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی مسلمان شعراء اسلام کے اظہار کی دلیری کرتا ہے تو قتل کر دیا جاتا ہے۔ ذبیحہ گاؤں جو ہندوستان میں اسلام کے اظہار کے شعراء میں سے ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ کفار شاید جزیہ ادا کرنے پر راضی ہو جائیں مگر ذبح گائے پر کبھی راضی ہونے کو تیار نہیں۔

ابتداءً بادشاہت ہی میں اگر مسلمانوں کو راج پذیر ہو گئی اور مسلمانوں نے کچھ حیثیت پیدا کر لی تو فہما اور اگر عیاذ باللہ سبحانہ معاملہ سستی اور توقف میں پڑ گیا تو مسلمانوں پر سخت برسے دن آجائیں گے۔ الغیاث الغیاث ثلث الغیاث۔ اللہ کی بارگاہ میں فریاد فریاد۔ پھر

فریاد۔ فریاد دیکھیے، کون صاحب قسمت اس دولت (ترویج اسلام) سے سرفراز ہوتا ہے۔ اور کس شہباز کا ہاتھ اس دولت تک پہنچتا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمیں حضور تید المرسلین علیہ علی آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات املکہا کی متابعت پر ثبات قدم رکھے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۸۲)

سکندر خاں لودھی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ دل کی سلامتی ماسوائے حق کے بھالنے کے بغیر میسر نہیں آ سکتی۔

اور ماسوائے بھالنے کا نام ہی فنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نظر کی کجی سے پاک، سید بشر علیہ علی آلہ الصلوات والتسلیمات کے طفیل ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور غیر کے حوالے نہ کرے۔

وہ چیز جو ہم اور تم سب پر لازم ہے یہ ہے کہ غیر حق سبحانہ و تعالیٰ سے اپنے دل کو محفوظ رکھا جائے۔ اور یہ سلامتی اس وقت میسر آتی ہے جبکہ غیر حق تعالیٰ کا دل پر گزرنہ رہے۔ اور غیر حق کا دل پر نہ گزرنہ غیر حق کے نسب ان اور بھول جانے پر معنی ہے، جسے فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس بلند گروہ کے نزدیک غیر حق کا خیال بالضرر من تکلف سے بھی دل میں لانا چاہیں تو ہرگز نہیں گزر سکتا۔ کام جب تک یہاں تک نہ پہنچے سلامتی محال اور ناممکن ہے۔ آج یہ نسبت کوہ قاف کے غنقا کی طرح نایاب ہے، بلکہ وجود تو کجا، اگر اس نسبت کا تذکرہ بھی کیا جائے تو لوگوں کو یقین نہ آئے۔

ہذباً لا رباب النعیم نعیمہا وللعاشق المسکین ہایتہ جرم

اربابِ نعمت کو جنت کی نعمتیں دل پسند رہیں۔ عاشقِ مسکین کے لیے وہی ہے جو وہ گھوٹ گھوٹ رنج و الم کی شراب پی رہا ہے۔

اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسلام اولاً و آخراً

مکتوب نمبر (۸۳)

بہادر خاں کی طرف صادر فرمایا۔

شریعت و حقیقت اپنے ظاہر و باطن کی جمعیت کو شریعت و حقیقت کے ساتھ جمع کرنے پر اہمیت ہے؛
حق سبحانہ و تعالیٰ متفرق تعلقات سے نجات عطا کر کے مکمل طور پر اپنی جناب قدس کا گرفتار
کرے۔ بھرتہ بید المرسلین علیہ علی آلہ من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است

کرشکر خوردن بود جاں کنندن است

خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے اگرچہ شکر ہی کھانا ہو اور حقیقت جان کو ہلاک
کرنے والی بات ہے۔

ظاہر کو ظاہر شریعت و عرفا (روشن) سے آراستہ کرنا اور باطن کو ہمیشہ حق تعالیٰ کے ساتھ رکھنا
بہت بڑا کام ہے۔ دیکھیے کس صاحب قسمت کو ان دونوں عظیم نعمتوں سے مشرف کرتے ہیں۔ آج ان
دو نسبتوں کا جمع ہونا بلکہ صرف ظاہر شریعت پر استقامت نہایت ہی نادر بات ہے۔ یہ چیز کبریت
احمر سے بھی زیادہ نایاب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کمال کرم سے ظاہر باطناً حضور سید اولین و آخرین
کی متابعت پر استقامت نصیب فرمائے۔ علیہ علی آلہ الصلوٰات والتسلیمات۔

مکتوب نمبر (۸۴)

سید احمد قادری کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ شریعت و حقیقت ایک دوسرے کا بالکل عین ہیں۔ اور حق الیقین تک
پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ اس مقام کے علوم و معارف و معارف شرعیہ کے مطابق ہو جائیں اور
اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ راو شریعت پر استقامت عطا کر کے اور مکمل طور پر اپنی جناب قدس کی طرف ہماری
توجہ مبذول کرتے ہوئے ہمیں ہمارے وجود بشری سے آزادی عطا کرے۔ اور غیر حق سے بالکلیہ اعراض اور

روگردانی میسر فرمائے۔ لطیف لکھی نظر سے پاک بیدار بشر علیہ من الصلوٰت افضلہا ومن التسلیمات الکملہ۔ ج

از ہر چہ می رود سخن دوست خوشتر است

دوست کی بات جس طرف سے بھی ہر بہت ہی اچھی ہے

اگرچہ دوست کے متعلق جو کچھ کہا جائے وہ دوست کے مقام سے بہت ہی نیچے ہے لیکن ایسی گفتگو کو بنابر حق تعالیٰ و تقدس کے ساتھ قدر سے مناسبت ہوتی ہے۔ اس معنی کو غنیمت شمار کرتے ہوئے اس باب میں برأت و دلیری کرتا ہے۔

اصل اور با مقصد بات یہ ہے کہ شریعت و حقیقت ایک دوسرے کا بالکل عین ہیں اور حقیقت میں ایک دوسرے سے الگ اور جدا نہیں ہیں۔ فرق صرف اجمال و تفصیل، کشف و استدلال، فیض و شہادت اور تکلف اور عدم تکلف کا ہے۔

وہ علوم و احکام جو روشن شریعت کے مطابق علم میں آئے ہوئے ہیں حق یقین کی حقیقت سے موصوف ہونے کے بعد بھی وہی احکام و علوم تفصیل سے منکشف ہوتے ہیں اور فیض سے شہادت کی طرف لے آتے ہیں۔ اور کسب کی مشقت اور تکلف کے ساتھ عمل کی وقت رفع ہو جاتی ہے۔ اور حق یقین کی حقیقت تک وصول کی علامت یہ ہے کہ اس مقام کے علوم و معارف شرعی علوم و معارف کے بالکل مطابق ہو جاتے ہیں جب تک ایک بال برابر بھی مخالفت باقی ہے۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی تک حقیقت الحقائق تک وصول حاصل نہیں ہوا۔ اور شریعت کے خلاف علم و عمل مشائخ طریقت میں سے جس سے بھی واقع ہو وہ سکر وقت پر مبنی ہے۔ اور سکر وقت دوران راہ کی بات ہے۔ نہایت النہایہ تک پہنچ جانے والے ارباب صحو ہیں۔ وقت ان کے آگے مغلوب ہے۔ حال اور مقام ان کی شان کے تابع ہیں۔

صوفی ابن الوقت آمد و در مثال یک صافی فارغ است از وقت و حال

صوفی تو حال و وقت کا تابع ہوتا ہے، مگر صافی (حق یقین تک پہنچ جانے والا بزرگ) وقت اور

حال سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے۔

قرن ثابت ہو گیا کہ شریعت کی مخالفت حقیقت کا تک عدم وصول کی علامت ہے۔

بعض مشائخ کی عبارات میں یوں واقع ہوا ہے کہ شریعت حقیقت کا پرست اور چھلکا ہے۔ اور حقیقت شریعت کا مغز ہے۔ یہ عبارت اگرچہ منکلم کی بے استقامتی کی خبر دیتی ہے لیکن ممکن ہے اس کی مراد یہ ہو کہ عمل مفصل کے سامنے پرست کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور کشف کے سامنے استدلال چھلکے کا حکم رکھتا ہے۔ لیکن مستقیم الاحوال کا ہر اس قسم کی موہم عبارات کا لانا جائز نہیں رکھتے۔ اور

اجمالی تفصیل اور کشف و استدلال کے سوا کچھ فرق بیان نہیں کرتے۔

ایک سائل نے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سترہ الاقدس سے سوال کیا کہ سیر و سلوک کے کیا چیز مقصود ہے؟ آپ نے جواب دیا "تاکہ اجمالی معرفت تفصیل کی شکل اختیار کرے" اور استدلال کشف کی صورت میں بدل جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم و عمل میں شریعت پر ثبات و استقامت عطا فرمائے۔ صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیٰ صاحبہا۔

ایک تکلیف آئینہ گویہ دی جاتی ہے کہ عامل رقعہ دعائیں شیخ مصطفیٰ شریعی قاضی شریع رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ ان کے آباء و اجداد معاش کے بہت ذرائع اور وسائل ترکھتے تھے اور ان کے وظائف مقرر تھے شخص مذکور اسباب معاش کے فقدان کے باعث پریشان ہے متعلقہ اسناد اور احکام اپنے ساتھ لے کر لشکر کی ملازمت کے لیے متوجہ ہوا ہے۔ التفات و مہربانی فرما کر اس طرح وجہ فرمائیں کہ سکون قلبی حاصل ہو جائے اور اضطراب و پرانگندگی سے نجات پا جائے۔ زیادہ درد دہری ٹھیک نہیں۔

مکتوب نمبر (۸۵)

میرزا فتح اللہ حکیم کی طرف صادر فرمایا۔

اعمال صالحہ کے بجالانے خصوصاً سب نمازیں باجماعت ادا کرنے کی ترغیب اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پسندیدہ باتوں کے بجالانے کی توفیق عنایت کرے۔

آدمی کے جیسے جس طرح درستی عقائد ضروری ہے۔ اعمال صالحہ کا بجالانا بھی ضروری ہے۔ اور تمام عبادتوں میں جامع تراویح طاعات میں سب سے زیادہ خدا کے قریب کرنے والی طاعت نماز کا ادا کرنا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

النَّاسُ لَوَلُوهُ عِمَادُ الدِّينِ فَمَنْ أَقَامَهَا
فَقَدْ أَقَامَ الدِّينَ وَمَنْ تَرَكَهَا
فَقَدْ هَدَمَ الدِّينَ۔

نماز دین کا ستون ہے۔ تو جس نے اسے قائم کیا
اس نے اپنے دین کو قائم کر لیا۔ اور جس نے اس کو
چھوڑ دیا اس نے دین کی عمارت کو گرا دیا۔

اے دلیلی نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اور سیقی نے شعب الایمان میں مرفوعاً روایت کی۔

اور جس شخص کو ہمیشہ پابندی سے نماز ادا کرنے کی توفیق عطا کر دیتے ہیں اسے خوشامد اور مسکن سے بھی بچا لیتے ہیں۔ آیت کریمہ:

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ
وَالْمُنْكَرِ۔ بیشک نماز بے حیائی اور برائی سے
روکتی ہے۔

اس بات کی تائید کرتی ہے۔ اور وہ نماز جو فحشا اور منکرات سے نہیں روکتی، صرف صورت نماز ہے اور حقیقت نماز سے خالی ہے۔ لیکن حقیقت کے ہاتھ آنے تک صورت کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے جو مکمل طور پر حاصل نہ ہو سکے اسے مکمل طور پر ہی ترک نہیں کرنا چاہیے۔ خدائے اکرم الاکریم اگر صورت کو ہی حقیقت کا درجہ دیدے تو کوئی بعید نہیں۔ لہذا تم پر لازم ہے کہ پورے خشوع و خضوع کے ساتھ باجماعت پوری نمازیں ہمیشہ پابندی وقت کے ساتھ ادا کرتے ہو۔ کیونکہ نماز فلاح اور نجات کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ۔ الَّذِينَ
هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ۔ بیشک فلاح پا گئے وہ ایمان دار جو اپنی نماز
میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

کام وہی ہے جو خطرے کے وقت بھی جاری رکھا جائے۔ سپاہی غلبہ دشمن کے وقت اگر قہوڑا
ساتھ نہ لے کر لے کر تھیں تو اس کی بہت قدر و قیمت ہوتی ہے۔

جوانوں کی غزنی اس وجہ سے ہے کہ شہوت نفسانی کے غلبہ کے باوجود اپنے آپ کو درستی پر قائم
رکھیں۔ اصحاب کفایت نے یہ سب نفیلت و بزرگی مخالف دین لوگوں کے پاس سے ہجرت کر جانے
کے سبب حاصل کی۔ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وارد ہے:

عِبَادَةُ فِي الصَّحَابِ كَرِهْنَاهُ
إِلَى۔ فقہ کے وقت عبادت میں مصروف رہنا
میری طرف ہجرت کرنے کا ثواب رکھتی ہے۔

پس عبادت سے روکنے والے اسباب درحقیقت عبادت پر راعب کرنے والے اسباب ہیں
اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔

فرزند شیخ بہاؤ الدین کو فقر اہل کی صحبت سے کوئی رغبت نہیں۔ دولت مند اور اہل نعمت کی
طرف مائل اور کشش رکھتا ہے۔ نہیں جانتا کہ ان کی صحبت زہر قاتل ہے، اور ان کا لقمہ زہر قاتل اور

۱۔ پارہ ۱۸۔ سورہ مومنون۔

۲۔ مسلم و ترمذی و ابن ماجہ بروایت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سیاہی میں زیادتی اور اضافہ کرتا ہے۔ اَلْحَدَّ اَلْحَدَّ رَجَعْنَا اَلْحَدَّ رَجَعْنَا اَلْحَدَّ رَجَعْنَا اَلْحَدَّ رَجَعْنَا اَلْحَدَّ رَجَعْنَا اور
 ”درو“ حضور علیہ السلام کی حدیث صحیح میں وارد ہے۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِعِزِّيْ لَغِيْنًا كَا ذَهَبٍ
 وَجَسَ تَوَاضِعًا كَرْتَا هِيَ اس کا دوستی دین
 تباہ ہو جاتا ہے۔

تو اس شخص پر افسوس جو دولت کی پناہ پر دولت مندوں کی تواضع کرتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی
 توفیق خیر عطا کرنے والا ہے۔

مکتوب نمبر (۸۶)

منع برک کے ایک عالم کی طرف صادر فرمایا:
 غیر حق سبحانہ سے اپنے قلب کو سالم رکھنے کے بیان میں۔
 اللہ سبحانہ و تعالیٰ بطفیل حضور سید المرسلین علیہ علی آکہ وعلیہم من الصلوات افضلہا من العقیات
 والتسلیمات اکملہا حد اعتدال اور مرکز عدالت پر استغماست کی توفیق عنایت کرے۔
 جو چیز ہم اور تم سب پر لازم ہے یہ ہے کہ دل کو غیر حق کے خیالات سے پاک اور سالم کر لیں۔ اور
 اس طرح سلامتی اس کی ہوتی چاہیے کہ غیر حق کا دل پر بالکل گزر نہ رہے۔ اگر ہزار سال بھی زندگی و فنا کے
 تب بھی غیر حق کا خیال دل پر نہ گزرے۔ اس نسیان کے باعث جو غیر حق سے حاصل ہو چکا ہو۔
 کار این ست غیر این ہمہ پیچ
 اصل کام یہی ہے۔ اس کے سوا سب پیچ ہے۔

آپ نے ملاقات کے وقت اذروئے کرم نوازی فرمایا تھا کہ اگر کسی مہم اور کام میں رجوع کی ضرورت
 پڑے تو ہمیں لکھنا۔ اس بنا پر بندہ ایک تکلیف دیتا ہے کہ شیخ عبداللہ صوفی نیک لوگوں میں سے ہے
 بعض حاجات کی بنا پر قرضدار ہو چکا ہے۔ امید ہے کہ اسے قرض سے نجات دلانے میں مدد فرمائیں گے
 والسلام۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور خلیفہ نے بروایت ابن مسعود اور دہلی نے بروایت ابو ذر غفاری رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ نقل کی۔ امام سیوطی فرماتے ہیں ابن جوزی کا اسے موضوعات میں داخل کرنا درست نہیں۔

مکتوب نمبر (۸۷)

پہلوان محمود کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ کس قدر سعادت کی بات ہے کہ خدا نے جل وعلا کے دوست کسی کو قبول

فرمایا۔

انشہ تعالیٰ تینیں سلامت رکھے اور راہ شریعت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والحقینہ پر ثبات و قائم رکھے۔

آپ کے خاندان کے لیے سب سے پہلی بشارت یہ ہے کہ میان شیخ منزل تمار سے پاس تشریف لائے ہیں۔ بندہ ان کی صحبت کی برکات کی کیا شرح کرے۔

کس قدر سعادت ہے کہ خدا نے جل وعلا کے دوست کسی کو قبول فرمایا۔ چہ جائیکہ اُسے اپنی قربت و محبت سے متاثر کریں اور فوائزیں:

ہُمْ قَوْمٌ لَا يَشْفَعُ جَلِيلُهُمْ۔ یہ ایسی قوم ہے کہ ان کے ہمیشین بد بختی سے محفوظ ہیں۔

مختصر یہ کہ ان کی صحبت کو غنیمت شمار کریں اور صحبت کے آداب کی رعایت ملحوظ رکھیں تاکہ ثمر ثبات ہو۔ زیادہ کیا لکھے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب نمبر (۸۸)

یہ مکتوب بھی پہلوان محمود کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ کس قدر نعمت ہے کہ بندہ ایمان اور نیکی میں اپنے سیاہ بال سفید کرے۔

اور جوانی میں خوف غالب رہے اور بڑھاپے میں رجا۔

حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے۔ خدا تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے کہ بندہ ایمان اور نیکی میں اپنے جوانی کے سیاہ بال سفید کر لے۔ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وارد ہے:

مَنْ شَابَ شَيْبَةً رَفِيَ الْاَسْلَافُ۔ جو شخص اسلام کی پابندی میں بڑھا ہوا اُس کی

لے ابو داؤد بروایت عمر بن شعیب اور ترمذی و نسائی بروایت کعب بن مرہ بالفاظ مختلفہ۔

عَفْوًا لَہٗ۔ مغفرت ہو جائے گی۔

جانب امید کو ترجیح دیں اور مغفرت کا ظن غالب رکھیں کیونکہ جوانی میں خوف زیادہ درکار ہے اور بڑھاپے میں رجا اور امید کا غلبہ زیادہ ہونا چاہیے۔ والسلام اَدْلَاوْا خُشًّا۔

مکتوب نمبر ۱۹

متم پرسی کے تعلق میرزا علی خاں کی طرف صادر فرمایا۔

حق سبحانہ و تعالیٰ راہ شریعت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والیقینۃ پر استقامت نصیب فرمائیے۔

انسان کے لیے مطابق فرمان خداوندی:

كُلُّ نَفْسٍ لَّهَا ذَاقَةُ الْمَوْتِ۔ ہر جان نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔

موت سے چارہ نہیں۔

فَطُوبٰی لِمَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَكَثُرَ تَوْبَارُکْ ہے وہ شخص جس کی عمر زیادہ ہو

اور نیک اعمال بھی زیادہ ہوں۔

عَمَلُہٗ

یہ موت ہی ہے جو مشتاق لوگوں کو تسلی دیتی ہے، اور دوست کو دوست سے ملنے کا ذریعہ

بنتی ہے۔

مَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَہٗ جو شخص خدا تعالیٰ سے ملاقات کا امیدوار ہو

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا ہُوَ تَوَشَّكْ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ملاقات ضرور آنے

والا ہے۔

ہاں، پس ماندگان اور حضور کی دولت سے محروم غیر حق تعالیٰ میں گرفتار لوگوں کا حال موت کے

ذریعہ اپنے مطلوب تک پہنچ جانے والوں اور قید دنیا سے رہائی پانے والوں کے مقابلہ میں بہت ہی خراب

اور اتر ہے۔ آپ کی وہی نعمت مرحومہ کا وجود اس زمانے میں بسا غنیمت تھا۔ اب تم پر لازم ہے کہ احسان

کا بدلہ احسان سے دو اور دعا و صدقہ کے ذریعہ ہر آن مدد کرتے رہو۔

۱۔ سورۃ آل عمران، پارہ ۴۔

۲۔ ابو داؤد، مشکوٰۃ۔ احمد و ترمذی۔

۳۔ سورۃ عنکبوت، پارہ ۲۰۔

فَإِنَّ الْمَيِّتَ كَالْعَبْدِ يَنْتَظِرُ عَوْدَةً
تَلْحَقُهُ مِنْ أَيْدٍ أَوْ أَرْجَاءٍ
بیشک میت دُرجتے ہوئے انسان کی طرف ہے
وہ ہر وقت دعا کا منتظر رہتا ہے جو اسے باپ
یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔

نیز یہ بھی چاہیے کہ ان کی موت سے اپنے مرنے کی عبرت پکڑیں۔ اور اپنے آپ کو مکمل طور پر حق تعالیٰ کی رضا کے کاموں کے حوالے کر دیں اور دنیا کی زندگی کو سامان غرور کے ماسوا کچھ شمار نہ کریں۔ اگر دنیوی ساز و سامان کی کچھ بھی قدر و قیمت ہو تو تو کفار بدکردار کا ایک بال برابر بھی دنیا کی کوئی چیز نہ دی جاتی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور مقیمین ماسوا اللہ تعالیٰ سے اعراض اور اپنی جناب قدس کی طرف توجہ کی سعادت نصیب فرمائے۔ ہجرتہ سید المرسلین علیہ علی آلہ وعلیہم من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیماٹ اکملہا۔ والسلام والاکرام۔

مکتوب نمبر (۹۰)

خواجہ قاسم کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کی ترغیب میں کہ مکمل طور پر حق سبحانہ کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ اور آج اس دولت کا

حصول اس طبقہ علیہ نقشبندیہ کے ساتھ اخلاص اور ان کی طرف توجہ اور رجوع کے ساتھ وابستہ ہے۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اس گیمینی دنیا کو آپ کی نظر میں خواہ وہ بے اعتبار کر دے اور آخرت کے حسن و جمال کو آئینہ باطن میں آراستہ اور مزین کر دے۔ ہجرتہ سید البشر جو نظر کی کجی سے پاک و طاہر تھے علیہ علی آلہ من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیماٹ اکملہا۔

آپ کا انتفات نامہ گرامی معزز بیدیوں کے ساتھ موصول ہوا۔ آپ نے کرم نوازی فرمائی۔ جزاکم اللہ سبحانہ خیر الجزاء۔

جو نصیحت مجھوں اور مخلصوں کو کی جاتی ہے سب کی سب یہی ہے کہ مکمل طور پر پوری توجہ

ملے یہ قول اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو مشکوٰۃ میں بیہقی سے بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ معلوم ہوا کہ مردوں کو ایصال ثواب کا عقیدہ احادیث معصمہ سے ثابت ہے۔ نیز تمام اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ کافی المدایہ۔

اور رجوع جناب قدس خداوندی عز شانہ کی طرف میسر آنا چاہیے اور غیر حق تعالیٰ سے اعراض حاصل ہونا چاہیے

کار این ست غیر این ہمسہ پیچ

کرنے کا کام یہی ہے۔ اس کے سوا سب پیچ ہے

آج اس دولت عظمیٰ کا حصول اس بند طبقہ نقش بند یہ کے ساتھ کامل اخلاص اور اس کی طرف توجہ اور رجوع کے ساتھ وابستہ ہے۔ ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ سے بھی وہ چیز میسر نہیں آسکتی جو ان بزرگوں کی ایک صحبت سے میسر آ جاتی ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں کے طریقے میں نہایت ہدایت میں درج ہے۔ یہ بزرگ پہلی صحبت میں وہ کچھ عطا کر دیتے ہیں جو منتہیوں کو انتہا پر جا کر میسر آتی ہے۔ ان بزرگوں کا طریقہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ کہ صحابہ کرام کو خیر البشر علیہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اول صحبت میں وہ کمالات میسر آ گئے جو اولیاء امت کو نہایت پر پیچ کر بھی شاید ہی میسر ہوں اور یہ چیز نہایت کے ہدایت میں درج ہونے کے طور پر ہے۔ تو تم پر ان اکابر کے ساتھ محبت و عقیدت رکھنا لازم ہے۔ کیونکہ اس محبت پر ہی معاملے کا دار و مدار ہے۔ آپ پر اور تمام ہدایت کے پیر و کاظم اور مصطفیٰ علیہ علیہ السلام کی متابعت کرنے والوں پر رحمت و سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر (۹۱)

شیخ کبیر کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ عالم قدس کی طرف پروا کرنے کے لیے دو پر ضروری ہیں۔

ایک تصبیح عقائد اور دوسرا اعمال صالحہ کی بجا آوری۔ اور اعمال شریعت اور احوال حقیقت سے متصور و تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ جمیں اور تمہیں روشن سنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والیقینہ کی

متابعت پر استقامت نصیب فرمائے۔

کرنے والا ضروری کام یہ ہے کہ اولاً علمائے اہل سنت و جماعت کی آراء کے مطابق عقائد درست کیے جائیں۔ کیونکہ فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) یہی گروہ ہے۔ پھر اس کے بعد احکام فقہیہ کے مطابق علم و عمل کو اپنے پر لازم کر لیتا چاہیے۔ ان دو عقائدی اور عملی پروں کے حاصل ہونے کے بعد

عالم قدس کی طرف پرواز کرنا چاہیے۔ ج

کارا بن ست وغیرہ میں ہم سہ پہنچ

کرنے کا کام یہی ہے اس کے سوا سب بیخ ہے

اعمال شریعت اور احوال طریقت و حقیقت سے مقصود اور غرض و غایت تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب ہے جب تک نفس تزکیہ پذیر نہیں ہوگا اور قلب کو سلامتی نصیب نہیں ہوگی۔ ایمان حقیقی جس پر نجات کا انحصار ہے میسر نہیں آسکتا۔ سلامتی قلب اس وقت وجود میں آتی ہے جبکہ دل پر غیر خدا تعالیٰ کے خیالات کا گزرنایا نکل بند ہو جائے۔ اگر ہزار برس بھی گزر جائیں دل میں غیر خدا کا گزرنہ ہو کیونکہ اسی وقت ہی دل کو غیر خدا کا تکیاں پورے طور پر میسر آتا ہے۔ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ اگر غیر خدا کو تکلف اور کوشش سے بھی دل میں لانا چاہیں تو نہ آسکے۔ اس حالت کو لفظ فنا سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ اس راستے میں پہلا قدم ہے۔ اس کے بغیر خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب نمبر (۹۲)

یہ مکتوب بھی شیخ کبیر کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ اطمینان قلب ذکر سے نصیب ہوتا ہے۔ نظر و استدلال سے حاصل نہیں

ہوتا۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والحقینہ پر ثبات قائم رکھے

اَللّٰہِ یَا کَرِیْمُ اللّٰہُ تَعَالٰی تَقْطِبْ عَلَی الْقُلُوْبِ ۔

سُنْ لَوِ اللّٰہُ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان

نصیب ہوتا ہے۔ (پارہ ۱۳۔ سورہ رعد)

اطمینان قلب کا راستہ اللہ سبحانہ کا ذکر ہے۔ نظر و استدلال اس کا راستہ نہیں ہے

پائے استدلال یاں چوبہیں بود پائے چوبہیں سخت بے تکلیف بود

اپنے مسلک کی بنیاد صرف دلائل پر رکھنے والوں کے پاؤں لکڑی کے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ لکڑی کے

پاؤں بالکل کمزور ہوتے ہیں۔

کیونکہ ذکر کے ذریعے جناب قدس خداوندی کے ساتھ ایک گونہ مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ کچھ بھی مناسبت نہیں۔ ج

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

تا ہم ذکر کے ذریعہ ذکر اور مذکور کے درمیان ایک قسم کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو محبت کا موجب بنتا ہے اور جب محبت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو دل سے اطمینان کے سوا سب کچھ نکل جاتا ہے۔ اور جب معاملہ اطمینان قلب کے حصول تک پہنچ گیا تو ایسے شخص کو دولت ابدی حاصل ہو گئی ہے۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان مست پاکی دل ز ذکر یزدان مست

جب تک تم میں جان ہے اس کے ذکر میں مصروف رہو۔ دل کی طہارت اللہ کے ذکر ہی سے نصیب ہوتی ہے۔

والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب نمبر (۹۳)

یہ مکتوب سکندر خاں لودھی کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کتمام اوقات ذکر الہی جل شانہ میں مصروف رہنا چاہیے۔

پانچوں نمازیہ جماعت ادا کرنے اور مستحب اوقات میں سنن موکدہ ادا کرنے کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذکر الہی جل شانہ میں مصروف رہنا چاہیے۔ کھانے، سونے، آنے اور جانے غرض تمام اوقات میں ذکر سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

ذکر کا طریقہ تمہیں بتا دیا گیا ہے اس کے مطابق ذکر کرتے رہیں۔ اگر ذکر اور جمعیت میں فتور اور خلل محسوس کریں تو اول اس فتور کا سبب معلوم کرنا چاہیے۔ پھر بارگاہ خداوندی میں التجا اور زاری کے ذریعے اس کوتاہی کی تلافی کرنی چاہیے۔ اور اس غفلت اور تاراجی کو دور کرنے کی کوشش اور سعی کرنا چاہیے۔ اور اس میں شیخ اور پیر و مرشد کو وسیلہ بنانا چاہیے جس سے ذکر کی تعلیم حاصل کی ہو۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی تمام مشکل امور کو آسان کرنے والا ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۹۴)

خضر خاں لودھی کی طرف صادر فرمایا:

اس امر کے بیان میں کہ انسان کے لیے عقائد کی درستی اور اعمال صالحہ کا بجا آنا سنت ضروری ہے تاکہ ان دو بانوؤں کے ساتھ عالم حقیقت کی طرف پرواز کر سکے۔
حق سبحانہ و تعالیٰ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والنتیجہ کے راستے پر استقامت نصیب فرمائے۔

وہ چیز ضروری ہے اور جس کے بغیر چارہ کار نہیں؛ یہ ہے کہ اولاً مطابق آرائے صحیحہ اہل سنت و جماعت جو فرقہ ناجید ہے، اپنے عقائد درست کرنے چاہیں پھر احکام فقہ کے موافق فرائض ہنستیں، واجبات، مستحبات، حلال و حرام اور مکروہ و منہیہ سب ضروری احکام کا علم حاصل کرنے کے بعد ان پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ جب یہ دونوں اعتقادی اور عملی بانو میسر آجائیں تو پھر اگر توفیق خداوندی جل سلطانہ دستگیری کرے۔ تو ممکن ہے عالم حقیقت کی طرف پرواز نصیب ہو جائے۔ ان دو بانوؤں کے میاں ہوئے بغیر عالم حقیقت کی طرف پرواز نامکن اور محال ہے۔

محال ست سعدی کہ راہ صفا تو اں رفت جز در پیے مصطفیٰ

اے سعدی! یہ بات نامکن ہے کہ صفائی اور ہدایت کا راستہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلے بغیر نصیب ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمتیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع نصیب فرمائے۔

مکتوب نمبر (۹۵)

سید احمد بجواڑہ کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ انسان ایک نسخہ جامع ہے۔ اور انسان کا قلب بھی صفت جامعیت پر پیدا ہوا ہے۔ اور بعض شائع کے اقوال جو صفت قلب وغیرہ کے بارے میں حامل سکھ میں صادر ہوئے ہیں انہیں صحیح توجہات پر غور کیا جائے۔ اور اس امر کے بیان میں کہ محسوس سے افضل ہے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

انسان ایک نسخہ جامع ہے جو کچھ ساری موجودات میں ہے وہ سب کا سب تنہا انسان میں موجود ہے۔ لیکن عالم امکان کی اشیاء اس میں بطور حقیقت موجود ہیں، اور مرتبہ و وجوب بطور صورت۔

إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا

اور اسی جامعیت پر انسان کے دل کو پیدا کیا گیا ہے کہ جو کچھ پورے انسان میں ہے تنہا دل میں موجود ہے۔ لہذا قلب انسانی کو حقیقت جامعہ کہتے ہیں۔ قلب کی اسی وسعت و کشادگی کے متعلق بعض مشائخ نے جامعیت و وسعت قلب کے متعلق یوں خبر دی ہے کہ:

”اگر عرش اور جو کچھ اس میں ہے قلب عارف کے ایک کونے میں ڈال دیں تو کچھ محسوس ہو“
کیونکہ قلب اربعہ عناصر فلک، عرش، کرسی، عقل، نفس اور مکانی اور لامکانی اشیاء سب کا جامع ہے۔
یہ دراصل بخاری اور مسلم شریف میں مذکور طویل حدیث کا ایک جملہ ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:
عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلق اللہ آدم علی صورۃ طولہ ستون ذراعا الخ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: علماء کا اس حدیث کے معنی میں اختلاف ہے بعض علماء تراجم حدیث کی کوئی تاویل بیان نہیں کرتے۔ اور کچھ میں یہ حدیث احادیث مفاتح میں سے ہے لہذا اس کی تاویل سے باز رہنا چاہیے۔ کیونکہ اس طرح کے تشابہات میں سلف کا یہی مذہب ہے۔

بعض دوسرے علماء اس کی تاویل کرتے ہیں۔ اور اس کی مشہور تاویل یہ ہے کہ فقط صورت سے مراد صفت ہے۔ جس طرح عام عبادات میں کہا جاتا ہے ”اس منے کی صورت یہ ہے۔“ اور ”فلاں معاملے کی صورت خالی یہ ہے۔“ اب حدیث پاک کا معنی یہ ہوگا۔ ”خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صفت پر پیدا فرمایا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان صفات کا صورت بنایا جو اس کی صفات کا پر تر ہیں۔ تو اسے حسی، عالم، قادر، متکلم، سمیع، تبصیر پر پیدا فرمایا۔ حدیث کی دوسری تاویل یہ ہے کہ اضافت شرافت و ہندگی کے اعتبار کے لیے ہے۔ جیسے بیت اللہ روح البشر یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جمیل و لطیف صورت پر پیدا فرمایا اور آپ کی ذات کو منبع اسرار و لطافت بنایا۔ تیسری تاویل یہ ہے کہ ضمیر کا سے مراد حضرت آدم ہی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بشر کے بالکل ابتدائی حال پر بالکل نیک اور متناسب الاعضاء پر پیدا فرمایا کہ آپ کا طول ساٹھ گز تھا۔ دوسرے انسانوں کی طرح کہ وہ پہلے نطفہ ہم مضغ پھر جنین برزنا ہے پیدا نہیں فرمایا۔

چوتھی تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک صورت خاصہ پر پیدا فرمایا جو تمام مخلوقات کا نسخہ جامع ہے۔ کیونکہ کائنات میں ایسی کوئی مخلوق نہیں جس کی مثال صورت آدم میں نہ ہو۔ اسی لیے انسان کو عالم صغیر کہا جاتا ہے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

تو چونکہ قلب لامکانی امور پر بھی مشتمل ہے، لہذا عرش اور جو کچھ اس میں ہے قلب میں اس کی کچھ مقدار نہ ہوگی۔ کیونکہ عرش اور جو کچھ اس میں ہے باوجود وسعت و کشادگی کے دائرہ مکان میں داخل ہے اور مکانی چیز اپنی جگہ چاہے کتنی ہی وسیع کیوں نہ ہو لامکانی کے سامنے تنگ ہی ہے اور کوئی قدر نہیں رکھتی۔ لیکن مشائخ قدس اللہ اسرارہم میں سے ارباب صحیح جانتے ہیں کہ یہ حکم (قلب کا عرش سے بھی وسیع ہونا) سکر پر مبنی ہے۔ اور شے کی حقیقت اور اس کے نمونے میں عدم امتیاز کے باعث ہے۔ عرش مجید جو ظہور نام کا محل و مقام ہے، اس سے بہت بلند ہے کہ قلب تنگ میں اس کی گنجائش ہو۔ قلب کے اندر عرش کا جو کچھ نظر آتا ہے وہ عرش کا نمونہ ہے حقیقت عرش نہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قلب کے آگے عرش کے نمونے کی کچھ حیثیت نہیں کیونکہ قلب بے انتہا اشیاء کے نمونوں کا جامع ہے۔ آئینہ جس میں آسمان اپنی تمام بڑائی اور اس میں موجود تمام اشیاء کے ساتھ دکھائی دیتا ہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ آئینہ آسمان سے وسیع ہے۔ ہاں آسمان کی مثال اور اس کا عکس جو آئینے میں دکھائی دیتا ہے وہ آئینہ کے سامنے چھوٹا ہے لیکن حقیقت آسمان آئینے سے بہت بڑی ہے۔ اس بحث کی ایک مثال سے وضاحت ہو جاتی ہے۔

مثلاً انسان میں کرۂ خاک کا عنصر پوشیدہ ہے۔ انسان کی جامعیت کا خیال کرتے ہوئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ انسان کرۂ ارض سے وسیع ہے بلکہ وجود انسان کی کرۂ خاک کے سامنے کچھ مقدار نہیں بلکہ اس کے سامنے انسان ایک چھوٹی سی چیز ہے۔ دراصل ایک چھوٹی چیز میں موجود نمونے کو حقیقت جانتے ہوئے یہ حکم لگا دیا جاتا ہے۔

اسی قبیلہ سے ہے بعض مشائخ کا وہ کلام جو غلبہ سکر میں ان سے صادر ہوا ہے کہ جمع محمدی خدا تعالیٰ (بقیہ صغیر سابقہ) پانچویں تاویل یہ ہے کہ صورت سے مراد شان و ادوار ہے کہ آپ سجدہ لگائیں اور تمام کائنات کو سحر کرنے والے اور ان میں تصرف کرنے والے ہیں۔

بعض جاہل موتی اس حدیث کے یہ معنی کرتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے اور اللہ کی یہی صورت ہے جو انسان کی ہے۔ اس معنی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا ذی صورت اور جسم ہونا لازم آتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کا حدوث لازم آتا ہے۔ نیز یہ معنی آئے کہ میرے لیس کیشیدہ کنی اور کہ یکن لہ کفوا احبہ کے بالکل خلاف ہے اس لیے اس حدیث کا یہ معنی ہرگز نہیں اور یہ معنی گراہی اور کفر پر مشتمل ہے بمحققین علماء کے نزدیک مذکورہ احادیث کی صحیح تاویلات میں سے جو چنانچہ ایک یہاں بیان کی گئی ہیں ان پر اعتماد کیا جائے۔ وَاللّٰهُ يَخْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔ (نور جعفری ص ۱۳۱)

جل سلطانہ کی جمع سے زیادہ جامع ہے۔ ان مشائخ نے حجت دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حقیقت امکان اور مرتبہ وجوب کے جامع ہیں، تو انہوں نے یہ حکم لگا دیا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حاجت اللہ تعالیٰ شانہ کی جامعیت سے زیادہ ہے۔ یہاں بھی انہوں نے صورت کو حقیقت تصور کرتے ہوئے ایسا حکم لگا دیا۔ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مرتبہ وجوب کی صورت کے جامع ہیں، حقیقت وجوب کے جامع نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ و تقدس واجب الوجود حقیقی ہے۔ یہ حضرات اگر صورت وجوب اور حقیقت وجوب میں فرق کرتے تو ایسا حکم ہرگز نہ لگاتے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح کے احکام سکریہ سے منزه اور برا ہے۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بندے ہیں اور محدود و غناہی ہیں اور اللہ تعالیٰ و تقدس غیر محدود اور غیر تنہا ہی ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ جو چیز احکامِ سر کے تعلق رکھتی ہے وہ مقام ولایت میں سے ہے۔ اور جو شے صحرے تعلق رکھتی ہے وہ مقام نبوت سے ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتعلیمات کے کامل اتباع کرنے والوں کو بواسطہ صحو انبیاء کرام کے متبع ہونے کے طور پر اس مقام سے حصہ ملتا ہے۔ شیخ ابوزید بسطامی کے ہریر کارسک کو صحرے افضل قرار دیتے ہیں۔ اسی شیخ ابوزید بسطامی قدس سرہ فرماتے ہیں:

لَوَاقٍ اَرْضَمَ مِنْ لَوَاءِ مُحَمَّدٍ

میرا جھنڈا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہے

یہ بزرگ اپنے جھنڈے کو ولایت کا جھنڈا قرار دیتے ہیں اور حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والتعلیمات کے جھنڈے کو نبوت کا جھنڈا پھر لوائے ولایت کو جس کا رخ سر کی طرف ہے اسے لوائے نبوت پر جس کا تعلق صحرے سے ہے ترجیح دیتے ہیں۔

اسی قبیلہ سے ہے یہ جملہ جو بعض سے صادر ہوا ہے :

الْوَلَايَةُ اَفْضَلُ مِنَ النَّبُوَّةِ۔ ولایت نبوت سے افضل ہے۔

یہ بات کہنے والوں کا خیال ہے کہ ولایت کا رخ خدا تعالیٰ کی طرف ہے اور نبوت کا مخلوق کی طرف اور اس میں شک نہیں کہ خالق کی طرف رخ مخلوق کی طرف رخ ہونے سے افضل ہے۔

اور بعض نے اس جملے کی یوں توجیہ کی ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے لیکن اس فقیر کے نزدیک اس طرح کی باتیں دوران کار ہیں۔ کیونکہ نبوت میں رخ صرف مخلوق کی طرف نہیں، بلکہ مخلوق کی طرف توجہ کے باوجود حق تعالیٰ کی طرف بھی توجہ موجود رہتی ہے۔ نبی کا باطن خدا تعالیٰ کے ساتھ

ہوتا ہے اور ظاہر مخلوق کے ساتھ۔ اور جس کی کل توجہ مخلوق کی طرف ہی ہو اور خالق سے بالکل غیر متعلق ہو، ایسا شخص بد قسمت ہوتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰات والتسلیمات تمام موجودات سے افضل ہیں۔ لہذا بہترین دولت و نعمت بھی انہی کا حصہ ہے۔ ولایت نبوت کا جزو ہے اور نبوت کل ہے۔ لہذا نبوت ہی افضل ہے، خواہ نبی کی ولایت ہو یا ولی کی ولایت۔ تو ثابت ہوا کہ صحو سکر سے افضل ہے کیونکہ سکر صحو میں مندرج ہے جس طرح ولایت نبوت میں مندرج ہے۔ وہ صحو اور ہوش جو عوام الناس کو حاصل ہے خارج از بحث ہے۔ اس صحو پر سکر کو ترجیح دینا ایک بے معنی امر ہے لیکن وہ صحو جو سکر کو تفضیل ہے البتہ سکر سے افضل ہے۔

علوم شرعیہ جن کا مصدر و منبع مرتبہ نبوت ہے سراسر صحو ہے اور علوم شرعیہ کے مخالف جو کچھ ہے سکر سے ہے۔ صاحب سکر معذور ہوتا ہے۔ تقلید کے لائق صحو کے علوم ہیں۔ سکر کے علوم لائق تقلید نہیں ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں علوم شرعیہ کی تقلید پر ثابت رکھے۔ ان علوم کے سرچشمہ اور مصدر پر صلوٰۃ و سلام اور تحیات کا نزول ہوتا رہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر بھی رحم فرمائے جو آمین کہے۔ اور وہ جو حدیث قدسی میں وارد ہے :

لَا يَسْعَىٰ أَرْضِي وَلَا سَمَكِي وَلَا يَكُنْ
مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا مَسْجِدٌ لِلَّهِ

میں اپنی زمین اور اپنے آسمان میں نہیں ماسکتا۔
ہاں میں اپنے بندہ مومن کے دل میں ماسکتا ہوں۔

تو اس گنجائش سے مراد مرتبہ و جوب کی صورت کی گنجائش ہے۔ حقیقت رب کا سمانا مراد نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی شے میں طول کرنا محال ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ قلب کا لامکانی ذات کو شامل ہونا لامکانی کے صورت کے اعتبار سے ہے نہ حقیقت کے لحاظ سے حقیقت کے لحاظ سے عرش اور جو کچھ اس میں ہے اس کی ذات واجب کے سامنے کچھ مقدار اور حیثیت نہیں۔ یہ علم لامکانی ذات کی حقیقت کے ساتھ مختصر ہے۔

مکتوب نمبر (۹۶)

محمد شریعت کی طرف صادر فرمایا۔

نیک کام میں مال مثول اور تاخیر کرنے سے روکنے اور ڈانٹنے میں۔ اور مقابلت شریعت

علیٰ صاحب الصلوٰۃ والسلام والحقیر پر ابھارنے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اسے فرزند! آج جبکہ فرصت کا وقت ہے، اور سکون و دل جمعی کے تمام اسباب میسر ہیں، مالِ مٹول اور تاخیر کی کوئی گنجائش نہیں۔ زندگی کے بہترین اوقات کو خواہ مخواہ جوائی کا زمانہ ہے، بہترین اعمال یعنی اپنے مالک مولیٰ تعالیٰ و تقدس کی طاعت و عبادت میں صرف کرنا چاہیے۔

اور نصاب موجود ہونے کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرنا بھی ضروریات اسلام میں سے ہے۔ اسے بھی رغبت بلکہ خدا کا احسان جانتے ہوئے ادا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ کرم سے پورے دن رات میں صرف پانچ وقت عبادت کے لیے مقرر کیے ہیں اور بڑھنے والے مال اور چرنے والے موشیوں میں صرف چالیسواں حصہ تحقیقاً یا تقریباً فقراء کے لیے عین فرمایا ہے۔ اور مباحات کے استعمال کے مبدان کو فراخ کر دیا ہے۔ بہت ہی بے انصافی ہے کہ دن رات کی ساٹھ گھنٹیوں میں دو گھنٹی بھی حق سبحانہ و تعالیٰ کی طاعت میں صرف نہ کیا جائے۔ اور چالیس حصوں میں سے صرف ایک حصہ بھی فقراء کو نہ دیا جائے۔ اور مباحات کے وسیع دائرہ سے پاؤں باہر نکال کر حرام اور مشتبہ چیزوں تک لے جایا جائے۔

موسمِ جوائی میں جو نقص امارہ کی سلطانی کا زمانہ ہے اور شیطان لعین کے غلبے کا وقت ہے، تھوڑے عمل کو زیادہ ثواب کے ساتھ قبول فرماتے ہیں، اور کل جب ارذلِ عمر تک پہنچا دیں گے، اور حواس اور قویٰ سست ہو چکے ہوں گے، اور سکون و دل جمعی کے اسباب منتشر ہو جائیں گے، حسرت و پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور بہت ممکن ہے کہ کل بڑھاپے کے وقت تک فرصت نہ دیں۔ اور ندامت و پشیمانی کی فرصت جو ایک طرح کی توجہ ہے میسر نہ آئے، اور ابدی عذاب اور دائمی سزا جس کے متعلق پیغمبر صادق علیہ السلام افضلہ و من التلیہات اکملہا نے خبر دی ہے۔ اور نافرمان لوگوں کو ڈرایا ہے اور درپیش ہے۔ اس سے ضرور دوچار ہونا پڑے گا۔ آج شیطان مردود و خدا تعالیٰ جل سلطانہ کے کرم کا دھوکا دے کر مدامت میں ڈالتا ہے، اور خدائے سبحانہ کے عفو کا بہانہ کر کے گنہگار کا اہتمام کرتا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس دنیا میں جو آزمائش و ابتلا کا مقام ہے، دوست و دشمن کو رلا دیا گیا ہے اور دونوں کو رحمت میں شامل کیا گیا ہے۔ آیہ کریمہ:

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ

میری رحمت ہر شے کو وسیع ہے۔

اس مضمون کو ظاہر کرتی ہے۔ اور قیامت کے دن دشمن کو دوست سے جدا کر دیں گے۔ آیہ کریمہ:

وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مَا يَكُونُ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ۚ

اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ۔

اسی بات کی خبر دیتی ہے۔ اس وقت رحمت کا قریہ دوستوں کے نام نکلے گا۔ اور دشمنوں کو محروم مطلق اور

واضح طور پر ملعون قرار دیں گے۔ اور آریہ کریمہ:

فَسَاكِبْهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ دِيُونُ
الزَّكَاةِ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا
يُؤْمِنُونَ

میں اپنی رحمت عنقریب ان لوگوں کے لیے لکھ
دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے
ہیں اور جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس معنی کی شاہد و گواہ ہے یعنی میں اپنی رحمت ثابت کر دوں گا ان لوگوں کے لیے جو کفر و معاصی سے
پرہیز کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے کرم و رحمت کو آخرت میں ابراہار و نبیک کر دیا
اہل اسلام کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ ہاں مطلق اہل اسلام کے لیے بھی اگر خاتمہ اچھا ہوا تو رحمت سے حصہ
لے گا۔ اگرچہ زمانہ دراز کے بعد عذاب و دوزخ سے نجات پائیں گے لیکن گناہوں کی تباہی کی اور آسمان سے
نازل شدہ احکام خداوندی سے لاپرواہی کرنے والا کیسے کہہ سکتا ہے کہ وہ دنیا سے نور ایمان سلامتی کے
ساتھ لے جائے گا علمائے دین نے فرمایا ہے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار گناہ کبیرہ تک پہنچا دیتا ہے اور گناہ
کبیرہ پر اصرار کفر تک لے جاتا ہے۔ حیا ذابا للہ سبحانہ۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم کہ دل آزرده شوی ورنہ سخن بسیار راست
میں نے تیرے سامنے تصور اس غم دل بیان کیا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ تو دل آزرده ہوگا۔ ورنہ باتیں
بہت ہیں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ بحرمت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے پسندیدہ کاموں کی
توفیق نصیب کرے۔

دوسری مقصود بات یہ ہے کہ حالی رقیہ مولانا اسحاق فقیر کا آشنا اور مخلص ہے اور قدیم زمانہ سے
ہمسائیگی کا حق بھی رکھتا ہے۔ اگر آپ سے مدد و اعانت طلب کرے تو اس کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں۔
موصوف فن کتابت و انشاء سے بھی بقدر ضرورت واقفیت رکھتا ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۹۷)

شیخ درویش کی طرف صادر منسرایا۔

اس بیان میں کہ عبادت خداوندی سے مقصود یقین کا حاصل کرنا ہے۔ اور اس کے مناسب

امور کے بیان میں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ ہم مفلسوں کو حقیقت ایمان سے مشرف فرمائے ہجرت سید المرسلین علیہ علی آلہ و علیہم من الصلوٰات اتمنا و من التسلیات اکملنا۔

جس طرح پیدائش انسانی سے مقصود عبادات شرعیہ کا بجالانا ہے اسی طرح ادائے عبادت سے مقصود دولت یقین کا حاصل کرنا ہے جو حقیقت ایمان ہے۔ ممکن ہے کہ آیہ کریمہ:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ

رب تعالیٰ کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ یقین کے مقام تک پہنچ جاؤ۔

میں اسی طرف اشارہ ہوا۔ اس لیے کہ کلمہ حَتَّىٰ جس طرح قایت کے معنی کے لیے آتا ہے معنی عیلت کے لیے بھی آتا ہے۔ عیلت کے لیے ہونے کی صورت میں تقدیر عبارت یوں ہوگی: اِیْ لِاَجَلٍ اَنْ یَّاتِیَکَ الْیَقِیْنُ یعنی تاکہ تم یقین حاصل ہو جائے۔ گویا وہ ایمان جہادائے عبادات سے پہلے ہوتا ہے وہ صورت ایمان ہے نہ کہ حقیقت ایمان جسے یہاں یقین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عرشاۃ فرماتا ہے:

یَاٰیہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا اٰی
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَوْرَةً اٰمِنُوْا حَقِیْقَةً
با داء و ظائف العبادات المامورۃ کو ادا کر کے حقیقتہ ایمان لاؤ۔

فنا اور بقا سے مقصود کہ ولایت اسی دولت کے حاصل کرنے سے عبارت ہے، یہی یقین ہے اور بس۔ ادا اگر فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے کوئی اور معنی مراد ہیں جس سے حق تعالیٰ کے مخلوق میں حلول کا وہم پڑے تو یہ بلاشبہ الحاد اور بے دینی ہے۔ غلبہ حال اور سر کے وقت میں ایسی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں جن سے آخر کار آگے گزرنا چاہیے اور استغفار کرنا چاہیے۔

ابراہیم بن شیبان جو مشائخ طبقات (طبقہ رابعہ) میں سے ہیں (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) فرماتے ہیں:

”فنا اور بقاء کا علم اخلاص و وحدانیت اور صحت عبودیت کے گرد گھومتا ہے۔ اس کے ماسوا سب مغالطے اور بے دینی کی باتیں ہیں۔“

اس بزرگ نے بالکل درست فرمایا ہے۔ ان کا یہ کلام ان کی استقامت کی خبر دیتا ہے فنا فی اللہ سے مراد یہ ہے کہ بندہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے کاموں میں فنا ہو جائے۔ اسی طرح سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ وغیرہ کے معنی ہیں۔

فقیر دوسری تکلیف آپ کو یہ دیتا ہے کہ درستی کے نشانات والے میاں شیخ اللہ بخش صلاح

تقریبی اور فضیلت سے آراستہ ہیں۔ جماعت کثیران سے وابستہ ہے۔ کسی پارے میں اگر جناب سے دو طلب کریں تو امید ہے کہ توجہ شریف ان کے حال کی طرف مبذول فرمائیں گے۔ آپ پر اور ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

مکتوب نمبر (۹۸)

شیخ زکریا کے بیٹے عبدالقادر کی طرف صادر فرمایا۔

احادیث نبویہ علیٰ مصدرہ الصلوٰۃ والسلام والقیۃ کی روشنی میں نرمی اختیار کرنے کی ترغیب اور سختی ترک کر دینے کے بیان میں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ مرکز عدالت پر استقامت عطا فرمائے۔

حضور نبی اکرم علیہ من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیٰات اکملہا کی چند احادیث جو وعظ و تذکیر اور نصیحت سے متعلق ہیں، لکھی جاتی ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کے مطابق عمل کی توفیق عطا کرے۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ رَفِیْقٌ یَّحِبُّ الرِّفْقَ وَ یُعْطِیْ
عَلٰی الرِّفْقِ مَا لَا یُعْطِیْ عَلٰی الْعُتْفِ
وَمَا لَا یُعْطِیْ عَلٰی مَا سِوَاہِ
بیشک اللہ تعالیٰ لطف و نرمی فرمانے والا ہے۔
نرمی کو دوست رکھتا ہے اور نرمی کرنے پر وہ
کچھ عطا کرتا ہے جو سختی کرنے پر عطا نہیں کرتا۔
اور نہ نرمی کے سوا کسی اور چیز پر عطا کرتا ہے۔
(رواہ مسلم)

(۲) ایک روایت میں آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا:

عَلِیْکَ بِالرِّفْقِ وَاِیَّاکَ بِالْعُنْفِ وَ
الْفُحْشِ اِنَّ الرِّفْقَ لَا یُکُوْنُ فِیْ شَیْءٍ
اِلَّا زَانَةً وَّلَا یَنْتُزِعُ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا
شَاۡنَہُ
اے عائشہ! نرمی کر با تقدیر سے نہ جانے دینا اور
سختی اور زبان درازی سے بچنا۔ کیونکہ رفق و
نرمی سے شے میں زیاں لگتی ہے۔ اور جب کسی
شے سے رفق و نرمی کو نکال لیا جائے تو وہ شے
داغدار ہو جاتی ہے۔
(رواہ مسلم)

(۳) حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

مَنْ یُّخْرِمْ الرِّفْقَ یُخْرِمْ الْخَیْرَ
جو کئی لطف و نرمی کی اچھی عادت سے محروم

دونہی سے محروم ہے۔

اور حضور نبی کریم علیہ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام والتبیہ نے یہ بھی فرمایا:

(۳) اِنْ مِنْ اَحَبَّكُمْ لِيْ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا۔
تم سب میں سے مجھے زیادہ محبوب وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔

(۵) آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

مَنْ أُعْطِيَ حَقَّهُ مِنَ الرِّفْقِ أُعْطِيَ حَقَّهُ مِنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (شرح سنہ)
حضور علیہ السلام کا یہ بھی ارشاد ہے:

(۶) اَلْجَبَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ وَالْاِيْمَانُ مِنَ الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْبُخْلِ وَالْبُخْلُ مِنَ النَّارِ (مسند احمد)
جیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت کی چیز ہے اور بیودہ گوئی بُرائی سے ہے اور بُرائی دوزخ میں جانے والی چیز ہے۔

(۷) اِنَّ اللَّهَ يَنْفِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ۔
بے شک اللہ تعالیٰ دشمن رکھتا ہے حد سے بڑھنے والے بیودہ گو کو۔
(ترمذی)

(۸) اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ وَبِمَنْ يَحْرُمُ النَّارُ عَلَيْهِ عَلَى كُلِّ هَيْئٍ لِّئِنْ قَرِيبٌ سَهْلٌ۔
کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کون آتش دوزخ پر حرام ہے اور کس پر آتش دوزخ حرام ہے، ہر آسان روی اختیار کرنے والے نرم طبع، لوگوں سے نرم نرم خواہی پر۔
(ترمذی شریف)

(۹) اَلْمُؤْمِنُونَ هَيِّئُونَ لِبَسْنُونَ كَالْجَمَلِ الْاَنْفِ اِنْ قَبِلَ اَنْقَادَ فَرَاتٍ اسْتَنْفِخَ عَلَى صَفْوَةٍ اسْتَنْفَخَ (ترمذی شریف)
مومن نرم طبع اور طبع فرمان ہوتے ہیں جس طرح صاف ہوا ہوا اونٹ، اگر اسے کھینچا جائے تو اطاعت کے لیے گردن رکھ دیتا ہے اور اگر کسی پتھر پر بٹھایا جائے تو بیٹھ جاتا ہے۔

(۱۰) مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى اَنْ يَنْفِذَهُ دَعَاةُ اللَّهِ عَلَى سُرْمَوْسٍ الْخَلَارِثِ يَوْمَ اَلْقِيَامَةِ حَتَّى يَخْتَبِرَهُ فِي اَمْرِ الْحَرْمِ اَوْ شَاءَ۔ (ترمذی)
جو شخص اپنا غصہ پی لیا حالانکہ وہ اسے جاری کرنے پر قادر تھا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمام لوگوں کے سامنے اسے دے گا کہ وہ جو سونٹ بکھیرے گا اسے اختیار ہوگا۔

(۱۱) اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ اَوْصِيْنِي قَالَ لَا تَغْضَبُ
فَرَدَّ رَجُلًا قَالَ لَا تَغْضَبُ۔

(بخاری شریف)

(۱۲) اَلَا اُخْبِرُكُمْ يَا هَيْلُ الْجَنَّةِ كُلُّ
ضَعِيفٍ مُّضْطَّعٍ، لَوْ اَشْمَ عَلَى
اللّٰهِ لَا يَزِيْهُ اَلَا اُخْبِرُكُمْ يَا هَيْلُ
النَّارِ كُلُّ عَتِلٍّ جَوَاطٍ مُّتَكَبِّرٍ۔
(متفق علیہ)

ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے
وصیت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا غصہ نہ کرنا
اس نے بار بار وصیت کی درخواست کی آپ نے
ہر بار اسے یہی فرمایا غصہ نہ کیا کر

کیا میں تمہیں بہشت میں جانے والے لوگ بتاؤں
وہ ہر ایسا شخص ہے جسے لوگ کمزور اور حقیر جانیں
لیکن اگر وہ خدا تعالیٰ پر کسی کام کی قسم کھائے
تو اللہ اس کی قسم پوری کرے۔ کیا میں دوزخ
میں جانے والوں کی خبر نہ دوں؟ وہ ہر ایسا
شخص ہے جو بخل مزاج، سخت گو، جھگڑا اور
اور تکبر کرنے والا ہے۔

(۱۳) اِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيُجْلِسْ
فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ - وَإِلَّا
فَلْيَصْطَبِجْ۔ (احمد و ترمذی شریف)

(۱۴) اِنَّ الْغَضَبَ يُفْسِدُ الْإِيْمَانَ كَمَا
يُفْسِدُ الصَّبْرُ الْعَسَلَ۔ (بیہقی شریف)

(۱۵) مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ دَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ
فِي نَفْسِهِ صَغِيرٌ وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ
عَظِيمٌ۔ وَمَنْ تَكَبَّرَ ضَعَفَهُ اللّٰهُ
فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ وَفِي
نَفْسِهِ كَبِيرٌ حَتَّى لَوْ هُوَ أَهْوَتْ
عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ آوْخٍ خُذِرُوا۔
(بیہقی شریف)

جب تم میں سے کسی کو غصا آئے اور وہ کھڑا ہو
تو بیٹھ جائے۔ ایسا کرنے سے اگر غصہ ختم
ہو جائے تو قہراً، ورنہ لیٹ جائے۔
بے شک غصہ ایمان کو اس طرح تباہ کرتا ہے
جس طرح ایلا شہد کو تباہ کرتا ہے
جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے
اللہ اسے رفعت و بلندی عطا کرتا ہے۔ وہ اپنی
ذات کو حقیر جانتا ہے مگر لوگوں کی نظروں میں
وہ بزرگ ہوتا ہے۔ اور جو تکبر کرتا ہے اللہ
تعالیٰ اسے نیچا کرتا ہے تو وہ لوگوں کی نظروں
میں حقیر ہوتا ہے لیکن خود اپنے آپ کو بڑا
خیال کرتا ہے۔ ایسا شخص لوگوں کی نگاہ میں
کٹے اور خسریر سے بھی حقیر اور خوار ہوتا ہے۔
حضرت سرسئی بن عمران علی نبینا وعلیہ الصلوٰت

(۱۶) قَالَ مُوسَىٰ بْنُ عَمْرٍاءَ عَلَى بَيْتِنَاو

عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالْذِّكْرُ يَا رِبِّ مَنْ أَعْتَبُ عِبَادَهُ قَالَ مَنْ إِذَا قَدَسَ حَقْرُهُ . (بہیقی شریف)

والتسلیات نے عرض کیا اے رب تیرے نزدیک تیرے بندوں میں زیادہ باعزت کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو قدرت رکھنے کے باوجود خویش و

حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا :

(۱۷) مَنْ حَذَرَ لِسَانَهُ سَتَرَا اللَّهُ حَوْرَتَهُ وَ مَنْ كَفَّ عَصَبِيَّةَ كَفَّ اللَّهُ عَنْ عَذَابِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ مَنْ اخْتَدَا إِلَى اللَّهِ قَبِلَ اللَّهُ عُدْرَتَهُ . (بہیقی شریف)

جو شخص اپنی زبان کی نگہداشت کر گیا اللہ تعالیٰ اس کے عیب پر شیدہ رکھے گا۔ اور جو اپنے غصے کو روکے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس سے عذاب روک لے گا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عذرخواہی کرے گا اللہ اس کے عذر کو قبول فرمائے گا۔

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا :

(۱۸) مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِرَجُلٍ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِيْنًا وَ هَكَذَا دَرَهُمْ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ اخْذْ بِقَدَرِ مَظْلَمَتِهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ اخْذْ مِنْ سَيِّئَاتِهِ فَكُحِلْ عَلَيْهِ . (بخاری شریف)

جس شخص پر اس کے مومن بھائی کا کوئی حق ہو یعنی ظلم اس سے کوئی چیز لی ہو چاہیے کہ اس سے آج ہی معاف کر دے اس سے پہلے کہ اس کے پاس نہ دینار رہے اور نہ درہم۔ اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو وہ اس سے باندازہ ظلم اس سے لے لی جائیں گی۔ اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس پر ظالم دی جائیں گی۔

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا :

(۱۹) اتدرون ما المفلس قالوا المفلس رقبنا من لا درهم له ولا متاع فقال المفلس من ائمتي من ياتي يوم القيمة بصلوة وصيام و زكوة و ياتي قد شتم هذا او ذف هذا و اكل مال هذا و سقك دمه هذا و ضرب هذا فيعطى

جانتے ہو مفلس اور تنگ دست کون ہے؟ لوگوں نے عرض کی ہم میں مفلس وہ ہوتا ہے جس کے پاس درہم اور سامان نہ ہو۔ آپ نے فرمایا میری امت میں سے بڑا مفلس اور تنگ دست وہ شخص ہے جو قیامت کے روز نماز، روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ بارگاہ النبی میں حاضر ہوگا۔ لیکن اس کے ساتھ اس کی کسی کرگالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی،

هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَ هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ قُيِّمَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أَحَدٌ مِنْ عَطَايَاهُمْ فَطُيْحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُيْحَتْ فِي النَّارِ

کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کو قتل کیا ہوگا اور کسی کو مارا گیا ہوگا۔ تو ایک حقدار کو بھی اس کی نیکیاں دی جائیں گی اور دوسرے کو بھی۔ پھر اگر اس کی نیکیاں اس کے ذمے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہو جائیں گی تو اہل حقوق کے گناہ کے اس پر ڈال دیے جائیں گے اور پھر اسے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

(مسلم شریف)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لکھا کہ مجھے کوئی ایسا خط لکھیں جس میں مختصر وصیت درج ہو۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں لکھا:

(۲۰) سَلَامٌ عَلَيْكُمْ. أَمَّا بَعْدُ فَرَأَيْتُمْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مِنَ التَّمَسَّ رَضَى اللَّهُ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاكَ اللَّهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمِنْ التَّمَسَّ رَضَى النَّاسُ بِسَخَطِ اللَّهِ وَكَلَهُ اللَّهُ إِلَى النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ

اسلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کی ناراضگی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اللہ کی رضا کا طالب رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے لوگوں کے برجمند اور گرائی سے کافی ہوگا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو نظر انداز کرے گا اور لوگوں کو راضی کرے گا اللہ اسے لوگوں کے سپرد کرے گا۔ یعنی اس کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لے گا۔ والسلام علیکم

مضمون نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحبہ و بارک نے یہ فرمایا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں خبر صادق علیہ السلام کے ارشادات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ احادیث اگرچہ بآزجہ لکھی گئی ہیں تاہم آپ حضرت شیخ جیو کی طرف رجوع کریں اور ان کے معانی سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ ان کے مطابق عمل نصیب ہو۔ دنیا کا قیام بہت تھوڑے عرصہ کے لیے ہے۔ اور عذاب آخرت بہت سخت اور دائمی ہے عقل دور اندیش کو کام میں لانا چاہیے اور اس دنیا کی بے جا لذت و تروتازگی سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ اگر دنیا داری کی وجہ سے کسی کی عزت و آبرو ہوتی تو کفار دنیا دار سب سے زیادہ صاحب عزت ہوتے۔ ظاہر دنیا پر فریفتہ ہونا بے عقلی ہے۔

چند روزہ فرصت کو نصیبت ہانا چاہیے اور رب تعالیٰ کی خوشنودی کے کاموں میں کوشش کرنی چاہیے اور خلق خدا کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ عَلٰی خَلْقِکَ اَللّٰہِ بِمَعْنٰی اَللّٰہِ تَعَالٰی کے حکم کی تعلیم اور مخلوق خدا پر شفقت و مہربانی نجاتِ آخری کی دو تعلیم بنیادیں ہیں۔ مگر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ فرمایا ہے نفس الامر کے عین مطابق ہے۔ معاذ اللہ مسخرائیں اور بیہودگی کا اس میں قطعاً کوئی شائبہ نہیں۔ خوابِ خرگوش کب تک۔ آخر سخت ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ (پارہ ۱۸، سورۃ مومنوں میں فرماتا ہے :

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَاَنَّكُمْ

اَلِیْنَا لَا تَرْجِعُوْنَ

کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ ہم نے تمہیں بے مقصد

پیدا کیا ہے اور تم ہماری بارگاہ میں لوٹ کر

نہیں آؤ گے۔

فقیر کو اگرچہ اس بات کا احساس ہے کہ آپ کا وقت اس طرح کی باتیں سننا گوارا نہیں کرتا۔ جوانی کا آغاز ہے۔ دینی نعمتیں میسر ہیں۔ لوگوں پر حکومت و غلبہ بھی حاصل ہے۔ (ایسے حالات میں نصیحت کی بات سننا بڑا مشکل ہے) لیکن تمہارے حالات پر شفقت کے طور پر یہ باتیں کر رہا ہے۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا تو جہ اور رجوع الی اللہ کا وقت موجود ہے۔ اطلاع کرنا شرط ہے۔ ج

درفانہ اگر کس ست یک حرف بس ست

اگر گھر میں کوئی موجود ہے تو ایک ہی حرف کافی ہے

مکتوب نمبر (۹۹)

لاحسن کشمیری کی طرف صناد فرمایا :

اس استفسار کے جواب میں جو انہوں نے دوام آگاہی کی کیفیت اور اس کا حالتِ نیند کے ساتھ

جمع ہونا جو سرا سر غفلت اور تعطیل ہے کے متعلق کیا تھا۔

آپ کے اتفاقات نامہ گرامی نے شرف فرمایا۔ آپ نے دوام آگاہی کی کیفیت اور اس کا حالتِ نیند کے ساتھ جمع ہونا جو سرا سر غفلت اور بے کاری ہے اس دولتِ حصول کے متعلق اس سلسلہ کے بعض اکلبر نے خبر دی ہے۔

مخدوم گرامی! اس اشکال کا حل ایک مقدمہ پر مبنی ہے جس کا بیان ضروری ہے میں کتنا ہوں کہ روح انسانی کے اس سپیکر جسمانی کے ساتھ تعلق قائم ہونے سے پہلے ترقی و عروج کی راہ بند تھی۔ اور

وَمَا مَسَاكُوكَ لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ

ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقام مقرر ہے۔

کے تجربے میں جموں و مقید تھی لیکن اس جو ہر نفیس کی فطرت و سرشت میں جسم میں آنے کے بعد عروج کی استعداد موجود تھی۔ اور اس استعداد کی بنا پر ہی انسان کی نفیست فرشتہ پر شابت ہوئی ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے اس نورانی جوہر کو اس جسم کے ظلمانی پیکر کے ساتھ جمع کر دیا۔ تو پاک ہے وہ ذات جس نے نور اور ظلمت اور امر اور خلق کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ اور جب کہ یہ دونوں چیزیں حقیقت میں ایک دوسرے کی نقیض واقع ہوئی تھیں تو حکیم مطلق بل سلطانہ نے اس اجتماع کو برقرار رکھنے کے لیے اور اس انتظام کو موجود رکھنے کے لیے روح کی نفس کے ساتھ عشق و گرفتاری کی نسبت قائم کر دی۔ اور اس گرفتاری کو اس انتظام کا سبب بنا دیا۔ اور ایہ کرید:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ بیشک ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا
ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ۔ کیا۔ پھر ہم نے اسے سب نیچوں سے نیچے کر دیا

(سورۃ تین۔ پارہ ۳۰)

یہی اسی بیان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور روح کا یہ تنزل و گرفتاری حقیقت میں مدح بھلائی شبہ الذمہ کے قبیلہ سے ہے۔ تو اس نسبت جمی کے باعث روح نے اپنے آپ کو مکمل طور پر عالم نفس میں ڈال دیا۔ اور اپنے آپ کو اس کا تابع کر دیا۔ بلکہ اپنے آپ کو بھی بھلا دیا اور اپنے آپ کو نفس امارہ کے ساتھ تعبیر کرنا شروع کر دیا۔ روح میں یہ ایک دوسری لطافت ہے جو اس کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے۔ اس لطافت کے کمال کے باعث روح جس طرف بھی رخ کرتی ہے، اسی کا حکم اختیار کر لیتی ہے۔ تو جب اپنے آپ کو فراموش کر دیتی ہے۔ تو اپنی سابقہ آگاہی کی نسبت جو وہ جو ب تعالیٰ و تقدس کے مرتبہ میں ہے اسے بھی فراموش کر دیتی ہے۔ اور اپنے آپ کو پورے طور پر غفلت کے سپرد کر دیتی ہے۔ اور ظلمت کا حکم اختیار کر لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کمال مہربانی اور بندہ فوازی سے انبیاء اکرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو بعموت فرمایا۔ اور ان اکابر کے توسل سے اپنی طرف لوگوں کو بلایا۔ اور روح کو نفس کی مخالفت کا جو روح کا معشوق ہے حکم دیا۔ پس جو شخص واپس لڑے آیا تو اس نے عظیم کامیابی حاصل کر لی۔ اور جس نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور زمین کے ساتھ چٹ رہنا ہی پسند کیا تو دور کی گمراہی میں جاگرا۔

اب ہم اس اشکال کا جواب بیان کرتے ہیں:

اس مقدمہ سے معلوم ہوا کہ روح کا نفس سے اجتماع ہو جاتا ہے۔ بلکہ روح نفس میں فنا اور اس کے ساتھ بقا حاصل کر لیتی ہے۔ پس لازماً جب تک یہ اجتماع اور انتظام موجود ہے، ظاہر کی غفلت میں باطن کی غفلت ہے۔ اور جب یہ انتظام ضل پذیر ہوتا ہے، اور باطن ظاہر کی محبت سے اعراض کر کے اپنا مذاہن بطون (حق تعالیٰ) کی طرف کر لیتا ہے اور فانی کے ساتھ پیدا شدہ فنا و بقا دو بڑا ل ہو کر باقی حقیقی قوت تعالیٰ و تقدس کے ساتھ فنا و بقا حاصل کر لیتا ہے، اس وقت ظاہر کی غفلت باطنی حضور پر کچھ اثر انداز نہیں ہوتی۔ غفلت ظاہر باطن پر کیسے اثر انداز ہو سکتی ہے جبکہ باطن نے ظاہر کی طرف پوری طرح پشت کر لی ہے۔ اور ظاہر سے باطن کی طرف کوئی شے گھس نہیں سکتی۔ پس جائز ہے کہ ظاہر غافل ہوا اور باطن آگاہ۔ اور اس میں استحالہ نہیں۔

مثلاً روغن بادام جب تک پھوک کے ساتھ مخلوط ہے دونوں کا ایک حکم ہے۔ (اور جب روغن پھوک سے الگ ہوا دونوں کا حکم الگ ہو گیا۔ قراب ایک کا حکم دوسرے پر جاری نہیں ہوگا۔

اس طرح کے صاحب دولت کو اگر چاہتے ہیں جہان کی طرف واپس لے آنے میں اور عالم کو اس کے وجود شریعت کے توسط سے نفسانی تاریکیوں سے نجات عطا کرتے ہیں۔ اس صاحب دولت کو بطور سیر علیہ السلام عالم کی طرف نیچے لاتے ہیں۔ اس کا پورا رخ خلق کی طرف ہو جاتا ہے بغیر اس کے کہ مخلوق میں گرفتار ہو کیونکہ وہ اپنی سابقہ گرفتاری پر ہی قائم ہے۔ اسے اس کے اختیار کے بغیر اس عالم میں لائے ہیں۔

پس یہ منتہی جناب قدس خداوندی تعالیٰ و تقدس سے روگردانی اور مخلوق کی طرف رخ کرنے میں تمام مبتدیوں کے ساتھ صورت شریک ہے لیکن حقیقت میں ان کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتا۔ ایک گرفتاری سے دوسری گرفتاری تک بڑا فرق اور فاصلہ ہے۔

نیز مخلوق کی جانب رخ کرنے میں یہ منتہی بے اختیار ہے۔ اسے اس میں کچھ رغبت نہیں۔ بلکہ مخلوق کی طرف اس توجہ میں بھی اسے حق تعالیٰ کی رضا مقصود ہے، اور مبتدی میں مخلوق کی طرف یہ توجہ ذاتی اور طبی اور رغبت و چاہت سے ہے، اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہے۔

ہم مبتدی اور منتہی کے درمیان ایک اور فرق بیان کرتے ہیں:

مبتدی کو یہ بات میسر ہے کہ عالم سے روگردانی کر کے اپنا رخ حق تعالیٰ و تقدس کی طرف کر لے۔ لیکن منتہی کے لیے خلق بے اعراض محال ہے۔ ہر وقت مخلوق کی طرف رخ اور توجہ اس کے تمام کر لازم ہے۔ ہاں مگر جبکہ اس کی دعوت کا کام مکمل کر لیا ہوا ہے اور فنا سے واپس بقاء کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ اس وقت ندائے اللہمہ الہی فیق الاعلیٰ اس کا تقدس مایہ ہوتا ہے۔

مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے مقام دعوت میں مختلف باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ ایک جماعت نے اس مقام کو جمع توجہ بنالغی سے تعبیر کیا ہے۔ یہ اختلاف اعمال و مقامات کے اختلاف پر مبنی ہے۔ ہر ایک نے اپنے مقام سے خبر دی ہے صحیح علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

اور وہ جو سید الطائفہ بنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے الذہایۃ ہی السجود الی البدایۃ کہ نہایت ابتداء کی طرف رجوت کرنے کا نام ہے۔ یہ اس مقام دعوت کے موافق ہے جو اس مسودہ میں تحریر ہوا ہے۔ کیونکہ ابتدا میں پورا رخ غلو کی طرف ہوتا ہے۔ حدیث مبارک: تَنَامُ عَيْنَايَا وَلَا يَنَامُ قَلْبِي۔ میری صورت آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا

جو آپ نے تحریر فرمائی تھی اس میں دوام آگاہی کی طرف اشارہ نہیں بلکہ اس میں آپ نے اپنے اور اپنی امت کے حالات کے جاری رہنے سے عدم غفلت کی خبر دی ہے۔ اسی بنا پر خدا آپ کے دعو کو نہیں توڑتی تھی۔ اور جب کہ نبی اپنی امت کی محافظت میں بکریوں کے ریزے کے پاس اور نگہبان کی طرح ہے۔ لہذا غفلت اس کے منصب نبوت کے شایان شان نہیں۔

اور حدیث شریف:

رَبِّي مَعَ اللَّهِ وَفَتَّ لَا يَسْعَى فَيْتَلُ

مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَلَا يَنْتَعِي مُرْسَلٌ

جو ملکہ کے ساتھ ایک وقت نصیب ہوتا ہے جس میں میرے ساتھ نہ تو فرشتہ مقرب شریک ہو سکتا ہے اور نہ کوئی مرسل نبی

۱۔ یہ حدیث مسند ابوداؤد میں ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کی راوی ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام اپنی امت کے حالات سے ہر وقت آگاہ ہیں۔ اور حالات امت سے بے خبری منصب نبوت کے خلاف ہے حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کے متعلق بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ مذکورہ حدیث کی روشنی میں حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کردہ اس عقیدہ کے مطابق یہ بیانی ثابت ہوا کہ بزرگ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علم کے منکر ہیں اور اس پر معترض ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منصب نبوت کو نہیں ملتے۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسعت علم پر بے شمار آیات و احادیث صیور دلالت کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے خالص الاعتقاد و انہماک صلی بحال سراغی: الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الیسیۃ وغیرہ تصنیفات میں حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

آپ نے ان کتابوں میں ہر طرح کے اعتراضات کے جوابات بھی دیے ہیں۔

۲۔ موضوعات لاملی قاری رحمۃ اللہ علیہ و رسالہ تشریحیہ۔

صحیح ہونے کی صورت میں تجلی ذاتی برقی کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ اور وہ تجلی بھی جناب قدس خداوندی جل سلطانہ کی طرف رخ کرنے کو مستلزم نہیں۔ بلکہ یہ تجلی اس جانب سے ہے۔ بتجلی لا کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ یہ تجلی معشوق کے عاشق میں سیر کرنے کی مانند ہے۔ عاشق تو سیر کرنے سے سیر ہو چکا ہے۔ ج

آئینہ صورت از سفر دور راست کاں پذیراے صورت از نور راست
صورت کا آئینہ سفر کے اعتبار سے دور ہے۔ لیکن اپنی فرانیت کی وجہ سے صورت کو قبول کرتا اور اپنی طرف کھینچتا ہے۔

جانتا چاہیے کہ خلق کی طرف رجوع کرنے کی صورت میں زائل شدہ حجابات پھر واپس عود نہیں کرتے۔ بے پردگی کے باوجود اسے مخلوق کے ساتھ مشغول کیا گیا ہے اور مخلوقات کی فلاح و نجات اس کے ساتھ مربوط کر دی گئی ہے۔ ان بزرگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو بادشاہ سے کمالی قرب رکھتا ہو اور بادشاہ اور اس کے درمیان کوئی معنوی اور صوری حجاب حائل نہ ہو۔ اس کے باوجود اسے صاحب حاجت لوگوں کی خدمات پر مامور کیا گیا ہو۔ یہ بتدریج اور منتہی مرجوع (مخلوق کی طرف لوٹانے لگے) کے درمیان ایک فرق ہے۔ کیونکہ مبتدی صاحب حجابات ہے لیکن منتہی کے آگے سے سب حجابات اٹھ چکے ہیں۔

آپ پر اور تمام متبعین ہدایت پر سلاستی کا نزول ہو۔

مکتوب نمبر (۱۰۰)

ملا حسن کشمیری کی طرف مآدر فرمایا۔

ان کے اس سوال کے جواب میں جو انہوں نے لکھا تھا کہ شیخ عبدالبکیر بیہی نے فرمایا ہے کہ

حق سبحانہ و تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے۔

آپ کے انتقادات نامہ گرامی نے مشرف فرمایا جو آپ نے کرم نوازی کے طور پر تحریر فرمایا تھا۔ آپ نے لکھا تھا کہ شیخ عبدالبکیر بیہی نے کہا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے۔

مخدوم گرامی! فقیر اس طرح کی باتیں سننے کی تاب نہیں رکھتا۔ میری رگ فاروقی بے اختیار حرکت میں آتی ہے۔ اور اس طرح کی باتوں کی تاویل و توجیہ کی فرصت نہیں دیتی۔ چاہے ایسی باتوں کا قائل

شیخ عبدالباقی عینی، مولانا شیخ اکبر شامی، محمد عربی علیہ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام درکار ہے نہ کہ محمد بن عبد عربی اور صدر الدین قنیری یا عبدالرزاق کاشانی کا کلام۔ ہمیں نص کے ساتھ کام ہے، نص کے ساتھ نہیں فتوحات مدنیہ نے ہمیں فتوحات میکسی سے بے نیاز کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں علم غیب کے ساتھ اپنی صفت کرنا ہے اور اپنے آپ کو عالم الغیب فرماتا ہے۔ اس ذات سبحانہ سے علم غیب کی نفی کرنا بہت قبیح اور بُرا ہے۔ اور فی الحقیقت حق سبحانہ و تعالیٰ کی تکذیب ہے غیب کا کوئی اور معنی کرنا بھی اس بُرائی سے نہیں نکال سکتا۔

کُبُوْتُ کَلِمَةً تَخْرِجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ان کے منہوں سے بہت اگر اکلہ نکل رہا ہے۔
کاشش میں سمجھنا کہ انہیں اس طرح کے صریح خلاف شریعت کلمات زبان پر لانے پر کوئی سی چیز ابھار رہی ہے۔

منصور اگر انا الحق کہے اور بطلانی سبحانہ کا نعرہ لگائے تو یہ حضرات معذور ہیں اور غلبہ احوال کے تحت مغلوب ہیں۔ لیکن اس طرح کا کلام احوال میں سے نہیں، علم سے تعلق رکھتا ہے اور تاویل کا متقاضی ہے۔ اس طرح کی باتوں کو معذوری پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہاں کوئی تاویل بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی کیونکہ صرف اہل سکر کا کلام کسی تاویل پر محمول کیا جاتا اور ظاہر معنی سے پھیرا جاتا ہے۔ اور اگر اس کلام کے منطوق کا اس طرح کے کلام کے اظہار سے مقصود خلق کی ملامت اور ان کی نفرت ہے تو یہ بھی برا اور قبیح ہے مخلوق کی ملامت حاصل کرنے کے اور بہت سے راستے ہیں۔ کیا ضرورت ہے کہ انسان اپنی ملامت کے لیے اپنے آپ کو کفر کی حد تک پہنچائے۔ اور جب کہ آپ نے اس کلام کی تاویل کے متعلق کہا اور استفسار فرمایا ہے تو ”سوال کا جواب ملنا چاہیے“ کے مطابق مجبوراً اس باب میں کچھ عرض کرتا ہے۔ اور غیب کا علم اللہ سبحانہ ہی کو ہے۔

اس کی ایک تاویل تو یہ کی گئی ہے کہ غیب معدوم ہے، اور علم معدوم کے ساتھ متعلق نہیں ہو سکتا۔ یعنی جب کہ غیب حق سبحانہ کی نسبت سے معدوم مطلق اور لاشعہ محض ہے تو علم کے اس کے ساتھ متعلق ہونے کے کوئی معنی نہیں۔ کیونکہ صرف معلومیت اسے مطلق علمیت و لاشعہ محض سے باہر نہیں نکال سکتی۔ جس طرح یہ کہنا درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے شریک کا عالم ہے کیونکہ اس ذات تعالیٰ و تقدس کا شریک اصلاً موجود نہیں اور لاشعہ محض ہے۔ ہاں مفہوم غیب اور مفہوم شریک کا تصور ہو سکتا ہے لیکن ہمارے کلام شریک اور غیب کے مصداق میں ہے نہ ان کے مفہوم میں۔

اور یہی حال ہے ان تمام محالات کا جن کا مفہوم تو ممکن تصور ہے اور ان کے مصداق متعین تصور

جس کیونکہ معلومیت انہیں استحالة سے باہر آتی ہے۔ اور کم از کم وجہ ذہنی توان کو عطا کر دیتی ہے۔

اور براعتراض آپ نے مولانا محمد رجبی کی توجیہ پر کیا ہے درست ہے۔ مرتبہ اُحدیت مجردہ میں نسبتِ علیت کی نفی مطلق علم کی نفی کو مستلزم ہے۔ علم غیب کی نفی کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔ مولانا محمد رجبی رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہ پر آپ کے اعتراض کے علاوہ ایک اور اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگرچہ مرتبہ اُحدیت مجردہ میں نسبتِ علیت منقہ ہے تاہم اللہ تعالیٰ کی عالمیت اپنے حال پر برقرار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ذات سے عالم ہے۔ صفت سے عالم نہیں کیونکہ صفت تو وہاں ہے ہی منتفی۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو منتفی جانے والے بھی حق سبحانہ کے عالم ہونے کے قائل ہیں۔ حالانکہ صفت علم کو اس ذات سے سلب قرار دیتے ہیں۔ اور جو انکشاف علمی صفت پر مرتب ہوتا ہے وہ اسے ذات پر مرتب مانتے ہیں۔ تو اسی طرح یہ بھی۔

اور وہ توجیہ جو آپ نے خود کی ہے۔ اور غیب سے مراد غیب ذات واجب تعالیٰ مراد لیا ہے اور علم کے تعلق کو اس کے ساتھ جائز قرار نہیں دیا۔ اگرچہ واجب تعالیٰ و تقدس کا علم ہی ہو۔ یہ سب توجیہات سے اقرب توجیہ ہے۔ لیکن فقیر کو واجب تعالیٰ کے اس ذات بحت کے ساتھ علم کا تعلق نہ ہونے میں بحث ہے۔ کیونکہ عدم جواز کی وجہ آپ نے بیان کی ہے وہ احاطہ معلوم کے لیے حقیقت علم کا تقاضا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات مطلق عدم احاطہ کی متقاضی ہے۔ لہذا اس تعلق سے دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

اس جگہ ایک اور خدشہ ہے۔ کیونکہ یہ چیز علم حصولی میں درکار ہے۔ جہاں قوتِ علیہ میں معلوم کی صورت کا حصول ہوتا ہے۔ لیکن علم حضوری میں یہ چیز کچھ درکار نہیں۔ اور ہماری بحث علم حضوری میں ہے۔ حصولی میں نہیں۔ لہذا اس میں کوئی خرابی نہیں کہ واجب سبحانہ تعالیٰ کا علم اس ذات کے ساتھ بطریق حضور ہونہ بطریق حصول۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ الطاہرین و سلم و بارک۔ والسلام و اذکذا و اذکذا۔

اے مولانا شمس الدین محمد رجبی رحمۃ اللہ علیہ مولانا سعد الدین کے ساتھیوں میں سے ہیں مولانا رجبی علیہ الرحمۃ سالہا سال جامع مسجد ہرات میں طالبانِ حق کو راہِ حق کی دعوت دیتے رہے۔ آپ کی ولادت بستی روج میں رومی جو شہر ہرات سے زعفرانِ جانبِ قبلہ میں واقع ہے۔ آپ سالہا حمادہ شعبان المبارک کی شبِ بارات کو پیدا ہوئے۔ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کی والدہ ماجدہ کو خواب میں مولانا کی ولادت کی بشارت دی تھی۔ (رسومات)

مکتوب نمبر (۱۰۱)

لاحسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا۔

اس گروہ کے روس جو کالمین کرناقص خیال کر کے ان پر زبان اعتراض دراز کرتا ہے۔

اَحْسَنَ اللہ سبحانہ حالکم واصلکم بالکم۔ (اللہ تعالیٰ آپ کے حال کو حسن عطا کرے اور آپ کے دل کی اصلاح فرمائے۔)

مولانا محمد صدیق نے آپ کا مکتوب شریف آکر دیا۔ الحمد للہ سبحانہ کہ آپ نے ہم دور افتاد لوگوں کو فرائض میں کیا۔ بحسب ظاہر آپ نے نفس انسانی پر جو اعتراضات وارد کیے ہیں وضاحت سے فقیر کے ذہن میں آئے۔ ہاں اتنی بات تو ٹھیک ہے نفس کے زمانہ امارگی میں اس پر اعتراض کیا جائے لیکن اس کے مطنئہ ہو جانے کے بعد اس پر اعتراض کی گنجائش نہیں کیونکہ اطمینان کے مقام پر پہنچ کر نفس حق سبحانہ سے راضی ہو جاتا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس سے راضی۔ پس وہ خدا تعالیٰ کا پسندیدہ اور مقبول ہو جاتا ہے اور قبول خدا پر اعتراض روا نہیں۔ اور نفس مطنئہ کی مراد حق کی مراد ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ اس دولت کا حصول تفلک باخلاق اللہ کے وقت ہوتا ہے۔ اس کا قدسی صحن ہم پست فطرت لوگوں کے اعتراض سے بلند و برتر ہے۔ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ ہماری طرف لڑتا ہے۔

آگہ از خویشین چو نیست جنیں چہ خبر دارد از چنان و چنین

پیٹ میں پڑا ہوا بچہ جب اپنے آپ سے واقف نہیں ہوتا دوسرا دھڑکیا خبر رکھے گا۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جاہل لوگ اپنے کمال جمل کے باعث نفس مطنئہ کو نفس امارہ تصور کر لیتے ہیں۔ اور امارگی کے احکام مطنئہ پر جاری کر دیتے ہیں جس طرح کفار نے انبیاء کرام علیہم السلام و التسلیمات کو دوسرے لوگوں کی طرح سمجھتے ہوئے ان کی نیرت و رسالت کا انکار کیا ہے۔ اللہ سبحانہ

لے مارت روی فرماتے ہیں۔

(۱) اشیاء را دیدہ میسنا نمودا نیک و بد در چشم شاں یکساں نمود

(۲) ہمسری با انبیاء برداشند اوینا را ہم چہ خود پنداشتند

(۳) گفتہ اینک ما بشر ایشاں بشر ما و ایشاں بستہ خواہیم و خود (باقی بر منظر)

و تعالیٰ ہمیں ان اکابر اور ان کے متبعین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے انکار سے پناہ میں رکھے۔

مکتوب نمبر (۱۰۲)

علامہ فخر کی طرف سے مقرر فرمایا۔

اس بیان میں کہ سودی قرض میں مجموعی رقم حرام ہے۔ صرف زیادتی حرام نہیں۔ بلکہ ایک شخص نے دس ٹکے دو ٹکے کے حساب سے سود پر قرض لیے تو پورے بارہ ٹکے حرام قرار پائیں گے۔ سود کے صرف دو ٹکے۔ اور اس کے تعلقات کے بیان میں۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی۔ (اللہ کے لیے حمد ہے۔ اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام)

آپ نے اس روز کہا تھا کہ سودی قرض میں رہا صرف زیادتی ہے، اور بس۔ اور دس ٹکے قرض بحساب دو ٹکے سود میں صرف دو ٹکے سود کے ہی حرام ہیں، دس ٹکے حرام نہیں۔

جب بعض کتب فقہیہ کی طرف رجوع کیا گیا تو ظاہر ہوا کہ شریعت میں ہر ایسا عقد جس میں زیادتی کی شرط ہو رباؤ اور سود ہے۔ لہذا اس طرح کا سودی قرض بھی حرام قرار پائے گا۔ اور جو چیز بذریعہ حرام حاصل کی جائے وہ بھی حرام ہوتی ہے۔ پس وہ دس ٹکے بھی رباؤ اور حرام ہوں گے۔

کتاب جامع الرموز اور ابراہیم شاہی کی کتاب کی روایات کے ارسال کرنے سے مقصود نہیں۔ یہ مسئلہ سمجھانا تھا۔ باقی رہی محتاجی کی صورت۔ تو میرے مخدوم! سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔ جو محتاج اور غیر محتاج سب کو شامل ہے۔ محتاج کو اس حکم قطعی سے خارج اور مستثنیٰ

(فقہیہ ۱۴۹)۔ (۴) ایہ سند استنادی شان از علم ہست فرقہ دریاں بے انتہا

(۱) بدعتوں کو چشم بینا نصیب نہیں تھی۔ اس لیے اچھا اور بُرا ان کی نگاہ میں یکساں تھا۔

(۲) ان بدعتوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مسرتی اور بدعتی کیا اور اولیاء اللہ کو اپنی طرح گمان کیا۔

(۳) اور یوں کہا کہ ہم بھی بشر ہیں اور یہ بھی بشر ہیں۔ ہم اور یہ انبیاء و اولیاء رسول نے اور کھانے کے پابند ہیں۔

(۴) اندھا پن کے باعث ان بدعتوں سے یہ جاننا کہ ہم میں اور ان میں بڑا فرق ہے۔

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کو اپنی طرح جاننا شقاوت و بدعتی ہے اور گروہی اور ان کے کلمات کے انکار کا پیش خمیر ہے۔

قرار دینا حکم قطعی کو منسوخ کرنا ہے۔ قیئہ کی روایت یہ درج نہیں رکھتی کہ حکم قطعی کو منسوخ کر کے حالانکہ مولا نا جمال لاہوری جو اعلم علماء لاہور ہیں فرماتے ہیں کہ قیئہ کی بہت سی روایات لائق اعتماد نہیں۔ اور کتب معتبرہ کی روایات کے خلاف ہیں۔ اور اگر قیئہ کی اس روایت کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو اسے اضطراب و محضہ کی حالت پر محمول کرنا چاہیے۔ تاکہ اس حکم قطعی کا محض آیہ کریمہ *لَا تَقْبَلُوا الرِّبَا مَعًا* یعنی *فِي حَقِّ مَخْصَصَةٍ* کو قرار دیا جائے۔ کیونکہ قوت میں اس کی طرح ہے۔

کہ رستم را کشد ہم بخش رستم

رستم پہلوان کو رستم میا ہی پھینک سکتا ہے۔

نیز اگر محتاج سے عام محتاج مراد لے لیا جائے تو پھر ربڑ کی حرمت کے لیے کوئی موقع اور محل باقی نہیں رہے گا کیونکہ جو شخص بھی سود کی زیادتی دینا قبول کرے گا۔ آخر کسی نہ کسی ضرورت اور محتاجی کے تحت ہی قبول کرے گا۔ کوئی بھی بلا احتیاج و ضرورت اپنے نقصان کا امتداد نہیں کرتا۔ تو اس طرح کے توہم کے باعث حکیم و مجید ذات کی طرف سے اس کی کتاب عزیمتیں نازل شدہ اس حکم کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہے گا۔

اور اگر بغرض محال عام محتاج ہی تسلیم کر لی جائے تو ہم کہیں گے محتاجی ضروریات میں سے ہے اور ضروری شے کو باغداد ضرورت اختیار کیا جاتا ہے پس سودی روپے سے کھانا پکا کر لوگوں کو کھانا ضرورت میں داخل نہیں اور اس کے ساتھ کوئی ضرورت متعلق نہیں۔ اسی لیے ترک میت میں سے میت کی ضرورت کی چیزیں مستثنیٰ ہیں۔ اور اس ضرورت کو اس کے کفن و دفن میں منحصر کیا ہے۔ اس کے ایصال ثواب کے لیے کھانا پکانا شرعاً احتیاج و ضرورت میں داخل نہیں۔ حالانکہ میت صدقہ و خیر کا بہت محتاج ہوتا ہے۔

پس متنازع فیہ صورت میں اچھی طرح غور کریں کہ قرض لینے والے محتاج ہیں یا نہیں۔ اور احتیاج و ضرورت کی صورت میں سودی روپے سے جو کھانا تیار ہو گا اسے کھانے والوں کے لیے *سَلَامَةُ كَشْفِ الظُّلُمَاتِ* میں ہے۔ قیئہ النبی علی مذہب ابی حنیفہ شیخ امام ابو الہار جبار خیم الدین مختار بن محمد الزاہدی حنفی المستوفی *سَلَامَةُ كَشْفِ الظُّلُمَاتِ* کی تصنیف ہے۔ کتاب کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے: *الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَوْضَحَ مَعَالِمَ الْعُلُومِ*۔ علامہ برکلی نے فرمایا ہے کہ کتاب خبیثہ اگرچہ غیر معتبر کتب سے اوپر ہے۔ اور بعض علماء نے اپنی کتابوں میں اس کے حوالے نقل کیے ہیں لیکن علماء کے ہاں وہ ضعف روایت کے ساتھ مشہور ہے۔ اور یہ کہ اس کا مصنف مغربی ہے۔

اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں؟

جیال داری اور فوجی ملازمت کو ضرورت و احتیاج کا بہانہ بنانا اور اس وجہ سے سودی قرض لینا اور اسے جائز اور حلال جاننا دینداری سے دور ہے۔ اس پر بالعموم اور ضعیف عن المنکر کو اپنا شیروہ اور دستور بناتے ہوئے جو لوگ اس بلا میں گرفتار ہیں انہیں منع کرنا چاہیے اور اس جیلے کے نادرست ہونے سے انہیں آگاہ کریں۔ ایسا کام کیوں جائے جو آخر کار اس طرح کے ممنوع اور ناجائز کام کے ارتکاب میں مبتلا کر دے۔ معاش کے ذرائع اور بہت ہیں۔ فوجی ملازمت میں ہی منحصر نہیں ہیں جب آپ اہل صلاح و تقویٰ میں سے ہیں تو حلال و طیب خوراک کی تائید آپ کی کی جا رہی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس زمانہ میں بغیر شبہ کی غذا کا میسر آنا مشکل ہے۔ یہ بات درست ہے تاہم حتی الامکان مشبہ کی چیز سے بچنا چاہیے۔ بے طہارت کھیتی باڑی کی روزی جس کو آپ نے غیر طیب جانا ہے، ہندوستان میں اس سے بچنا ممکن نہیں:

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا
اللہ تعالیٰ نہیں تکلیف دیتا کسی جان کو گلاس کی طاقت و وسعت کے مطابق۔

لیکن سودی کھانے کو ترک کرنا بہت آسان ہے۔ حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانتا قطعی اور یقینی ہے کہ اس کا انکار کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ قطعی امور میں یہ بات نہیں۔ جنفی کے نزدیک بہت سے امور بباح ہیں مگر شافعی کے نزدیک وہ بباح نہیں۔ اور اس کے برعکس۔

پس ہمارے اس زیر بحث معاملے میں مشکوک ضرورت مند کے لیے سودی قرض کے حلال ہونے میں جو بظاہر قطعی کے حکم کے خلاف ہے، توقف کرے تو اسے گمراہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اور اسے اس کی حلیت کا اعتقاد ہونے پر زور نہیں دینا چاہیے۔ بلکہ اس کے درست موقف کو ترجیح بلکہ یقین کا درجہ حاصل ہے۔ اور اس کا مخالفت خطرے میں ہے۔

آپ کے بعض دوستوں نے نقل کیا ہے کہ ایک دن مولانا عبدالفتاح نے آپ کی خدمت میں کہا کہ اگر بلا سود قرض میسر آ جائے تو بہتر ہے کسی کو سودی قرضہ لینے کی کیا ضرورت ہے۔ تو آپ نے مولانا کو صرف کوڑا مارا اور کہا کہ تم حلال شے کا انکار کرتے ہو۔

خود گرامی! ایسی باتیں حلال قطعی میں گنجائش رکھتی ہیں۔ اور اگر یہ حلال بھی ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ خلاف اولیٰ ضرور ہے۔ اہل درع و نعت پر عمل کا حکم نہیں دیتے، بلکہ عزیت پر عمل کی

دلائل کرتے ہیں۔

لاہور کے مفتینوں نے احتیاج و ضرورت کو سبب قرار دے کر حلال ہونے کا حکم دیا ہے۔ احتیاج و ضرورت کا دامن بڑا فراخ ہے۔ اگر فراخ کریں گے تو کوئی چیز بھی سود نہیں رہے گی اور سود کے حرام ہونے کے بارے میں نص قطعی کا حکم بے فائدہ اور عبث ہو جائے گا۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے آپ کو یہ بات تو خوب لاحقہ کرنی چاہیے کہ سود پر قرض لینے والے کے لیے دوسروں کو کھانا کھانا کون سی ضرورت میں داخل ہے؟ قیہ کی روایت بہر حال زیادہ سے زیادہ ضرورت مند کے لیے سودی قرض لینے کو جائز قرار دیتی ہے۔ دوسروں کے لیے اس سے جواز ثابت نہیں ہوتا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ شاید اس طرح کے کھانا پکانے والے کو کفارہ قسم یا کفارہ ظہار یا روزے کا کفارہ ادا کرنے کی ضرورت ہو۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہ یہ کفارہ ادا کرنے میں محتاج اور ضرور قنند ہے۔ تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ اس کفارے والا اگر کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتا، تو کفارے کے طور پر روئے رکھے۔ نہ یہ کہ سود پر قرض لے۔ اور اگر اس طرح کی اور ضرورتیں اور احتیاج درپیش آئیں تو قصور ہی سے قرضے کی برکت سے دور ہو سکتی ہیں۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا
يُزِدْهُ مِنْ فَضْلِهِ كَيْفَ يَتَخَبَّصُ

جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اللہ اس کے لیے راستہ نکال دیتا ہے اور اسے رزق عطا کرتا

(سورہ طلاق: پارہ ۲۸)

آپ پر اور ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

مکتوب نمبر ۱۰۳

سیادت بزرگی کی پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

لفظ عافیت کے معنی اور سر ہند کے لیے تاضی طلب کرنے کے بیان میں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو عافیت سے رکھے۔

آپ کے لیے اس عافیت کی دعا کی جاتی ہے جس عافیت کی ہمیشہ ایک بزرگ اپنے لیے دعا اور صرف ایک دن کے لیے ہی اس عافیت کی آرزو کی تھی۔ ایک شخص نے اس بزرگ سے سوال کیا کہ جس طرح سے آپ کی زندگی گزر رہی ہے کیا یہ عافیت نہیں؟ اس بزرگ نے

فرمایا "میں یہ چاہتا ہوں کہ بیع سے نئے کرشمہ تک کسی وقت بھی مجھ سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مصیبت و نافرمانی کا صدور نہ ہو۔"

مدت سے سرمنڈ میں کوئی قاضی شرع نہیں۔ اور بعض احکام شریعہ کے جاری کرنے میں بے بسی اور رکاوٹ لاحق ہوتی ہے۔ مثلاً ہمارا ایک یتیم برادر زادہ ہے۔ اس کی کچھ وراثت ہے۔ لیکن اس کا کوئی وصی نہیں۔ فقیر اس کے اس مال میں بلا اجازت شرعی تصرف نہیں کر سکتا۔ اگر قاضی شرع موجود ہو تو اس کی اجازت سے کام ٹھیک ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اور بہت سے کام ہیں جو قاضی نہ ہونے کے باعث التوا میں پڑے ہوئے ہیں۔

مکتوب نمبر ۱۰۴

ما تم پر ہی میں مبلغ مسکن کے قاضیوں کی طرف سے مامور رہا:

اگرچہ مغفرت پناہ کی وفات سے جو مصیبت لاحق ہوئی ہے وہ بہت شدید اور بہت سخت ہے لیکن ہم اور تم خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ ہمارے لیے اپنے مولیٰ تعالیٰ و تقدس کے فعل پر راضی ہونے کے سوا چارہ نہیں۔ کارکنان تسادق دریاں رہنے کے لیے نہیں لائے کام کرنے کے لیے لائے ہیں۔ کام کرنا چاہیے۔ اگر یہاں سے کام کر کے گئے تو کوئی دُر نہیں بلکہ ایسا شخص بادشاہ ہے۔

الموت جس ید دل الجیب موت ایک پورے بود و ست بود ست سے

الی الجیب الی الجیب

یہ فقرہ اس کی نشان میں موجود ہے۔ جانے میں مصیبت نہیں بلکہ حبیب کی طرف جانے والے کے حال میں مصیبت ہے کہ اس سے کیا سلوک کرتے ہیں۔ دعا اور استغفار اور صدقہ و خیرات سے اس کی امداد کرنی چاہیے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَا الْعَيْتُ فِي الْقَبْرِ إِلَّا كَالْعَرِيقِ مِيتَ قَبْرِشْ وَ دُجْنِ دَلَمَ فَرَادِ حَكْ بِلْ بَكَارِنِ

المتعوت يَنْتَظِرُ دَعْوَةَ مُلْحَقَةٍ دَالَمَ كِي طَرَفْ ۛ ۛ چنا پڑ مِيتَ مُعْتَظَرِ تَتَا بَ ۛ

من اب ادا ادا و اخر ادا صدق دعا کا ہوا ہے پاپ یا مان یا یسائی یا دوست

فَاذْ الْحَقْلَهُ كَانَ احب اليه من کی طرف سے پیچھے ہے۔ جب ان کی طرف سے

الدنيا و ما فيها و ان الله ليدخل اسے دعا پیچھے ہے تو وہ اس کے نزدیک دنیا

علی اهل القبور من دعاء اهل
الارض امثال اجبال من الرحمة
وان هدیة الاحیاء الی الاموات
الاستغفار لهم -

وایہذا ہے نہیادہ بموجب جوتی ہے اور دیکھا
رب تعالیٰ اہل زمین کو دعا سے اہل قبور پر پائے
کی مانند رحمت واصل کرتا ہے۔ اور زندوں کا مردوں
کو یہ ہدیہ ہے کہ وہ ان کے لیے استغفار اور

(مشکوٰۃ شریف)

بخشش طلب کریں۔

آپ کا التفات نامہ موصول ہوا۔ فقرہ پر موسم سرما کی ہوا بڑی سخت ہے۔ ورنہ اپنے آپ کو
معاف نہ کرنا (بلکہ قرآن مجید) سفارش تکبیر سے لکھ دی گئی ہے۔ ان شاء اللہ سود مند ثابت
ہوگی۔ نہیادہ گفتگو در دوسری ہے۔
نہایت شعار قاضی حسن اور باقی اعزہ بہت بہت دعاؤں سے مستفید ہوں۔ اور تمام کاموں میں
راضی اور شکر گزار رہیں۔

مکتوب نمبر ۵۰

علیکم بعد انقار کی طرف بسا اور فرمایا۔

اس بیان میں کہ بیمار جب تک تندرست نہ ہو اسے کوئی غذا بھی فائدہ نہیں دیتی۔ اور

اس کے مناسب امداد کے بیان میں۔

چونکہ اطباء کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ بیمار جب تک تندرست نہ ہو کوئی غذا بھی
اسے فائدہ نہیں دیتی چاہے مرغ مقبض ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ ایسی غذا اس کے مرض کو اور بڑھا دیتی ہے
ہر صیغہ گیرد علی غلت شود

ع

جس چیز کو بیمار اختیار کرتا وہ بھی بیمار برباد لے گی۔

لہذا پہلے بیمار کے مرض کا ازالہ کرتے ہیں اس کے بعد آہستہ آہستہ مناسب غذاؤں کے ذریعہ
اسے اصلی قوت و طاقت کی طرف لاتے ہیں۔ پس انسان جب تک مرض قلبی میں مبتلا ہے فی کل وقت
معرض (ان کے دلوں میں مرض ہے) کوئی عبادت و طاعت اس کے لیے نفع مند نہیں بلکہ ضرر ہے
سُبَّ تَبَالٍ لِلْقَمَرَانِ وَالْقَمَرَانِ
یَلْعَنُهُ

بہت سے قرآن کی تلاوت کرنے والے ہیں
حالانکہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

حدیث مشہور ہے۔ اور:

دُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ
إِلَّا الْجُوعُ وَالْظَّمَأُ

بہت سے روزے دار ایسے ہیں جنہیں روزے

سے سوا بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا

حدیث صحیح ہے۔ قلبی امراض کے حکیم (مشائخ کرام) بھی پہلے مرض کے ازالے کا حکم دیتے ہیں۔ اور مرض قلبی دل کے غیر خدا کے ساتھ گرفتار ہونے کا نام ہے۔ بلکہ غیر حق کے ساتھ گرفتاری اپنی ذات کے ساتھ گرفتاری ہے۔ کیونکہ ہر شخص جو کچھ چاہتا ہے اپنی ذات کے لیے چاہتا ہے۔ اگر اولاد سے دوستی کرتا ہے تو اپنی ذات کے لیے دوستی کرتا ہے۔ اسی طرح مال و دولت اور سرداری اور مرتبے کی محبت سب کچھ اپنی ذات کے لیے ہے پس فی الحقیقت اس کا معبود اس کی خواہش نفس ہے جب تک اس گرفتاری سے خلا صی نصیب نہ ہو۔ نجات کی امید بہت دور کی بات ہے۔ اس لیے عقل مند علماء اور صاحب دانش حکماء پیاس مرض کے ازالے کی فکر کرنا ضروری ہے۔

درخانہ اگر کس ست یک حرف بس ست

اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک ہی کلمہ کافی ہے۔

مکتوب نمبر ۱۰۶

محرم صادق کشمیری کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ اس گروہ اولیاء اللہ کی محبت جو ان کی معرفت و پہچان پر مرتب ہوتی

ہے خداوند تعالیٰ جل شانہ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے۔

آپ کا مکتوب مرغوب جس سے فرمایا محبت اور کمال دوستی کا اظہار ہوتا تھا، موصول ہوا۔ اللہ

سُبْحَانَ الْحَمْدِ وَالْمِنَّةُ عَلَى ذَلِكَ (اس حالت کے نصیب ہونے پر اللہ سبحانہ کی حمد اور

اس کا احسان۔

اس گروہ کی محبت جو ان کی پہچان پر مرتب ہوتی ہے، خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کی عظیم نعمتوں

میں سے ہے۔ دیکھیں کس صاحب قسمت کو اس نعمت سے مشرف فرماتے ہیں شیخ الاسلام ہرودی

فرماتے ہیں:

”الہی! تو نے اپنے دوستوں کو کیا کر دیا ہے کہ جس نے انہیں مشائخت کر لیا تجھے پایا“

اور جب تک تجھے شناخت نہ کر سکا انہیں بھی نہ پاسکا۔

اس گروہ کے ساتھ بعض وعائد زہر قاتل ہے اور ان پر اعتراض اور بحث چینی ابدی محرومی کا موجب ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اس ابتلا و آزمائش سے نجات دے یہ شیخ الاسلام مذکور نے فرمایا ہے۔

”الہی! تو جسے مرد و بارگاہ کرنا چاہتا ہے اسے ہم سے الگھا دیتا ہے۔“

بے عنایات حق و خاصان حق گر ملک باشد سیاہ بہشتی ورق

حق تعالیٰ اور خاصان حق تعالیٰ کی عنایات اور مہربانیوں کے بغیر کوئی فرشتہ صفت بھی ہرگز اس

نامر اعمال سیاہ ہی رہے گا۔

یہ رجوع اور انابت جو حق سبحانہ و تعالیٰ نے از سر قلمبیں عطا فرمائی ہے اسے نعمتِ علمی تصور کریں۔ اور حق سبحانہ سے اس پر استقامت طلب کریں۔ ہر متبع ہدایت اور مصطفیٰ علیہ علی آکہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی متابعت کی پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہوتا ہے۔

مکتوب نمبر ۱۰

یہ مکتوب بھی محمد صادق کشمیری کی طرف فرمایا۔

ان چند جوابات سوالات میں جن سے بدگئی کی بر آتی ہے۔ یہ مکتوب ان فرائد مضامین پر

مشتعل ہے جو اس بلند مرتبہ گروہ اولیاء اللہ پر ایمان رکھنے میں نفع مند ہیں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ اس بلند گروہ کی تصدیق اور ان پر ایمان رکھنے کی سعادت سے بہرہ ور کرے چند سوالات پر مشتعل ہو مکتوب آپ نے ارسال کیا تھا، موصول ہوا۔ اگرچہ وہ سوالات جو بدگئی اور تعصب کے آلودہ ہوں، جواب کے مستحق نہیں۔ اس کے باوجود بطور تنزیل ان کے جوابات عرض کرتا ہے۔ اگر ایک کو نفع نہ ہو شاید دوسرے کو نفع حاصل ہو جائے۔

پہلا سوال یہ تھا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ متقیین اولیاء سے بہت کرامات و خوارق کا ظہور ہوتا تھا۔ لیکن اس وقت کے اولیاء سے کم ظاہر ہوتی ہیں؟

اگر اس سوال سے مقصود اس زمانہ کے بزرگوں کا انکار ہے کیونکہ ان سے خوارق و کرامات کا ظہور کم ہوا ہے جیسا کہ مضمون عبارت سے ظاہر ہوتا ہے تو شیطان کی فریب کاریوں سے اللہ سبحانہ کی پناہ۔ خوارق و کرامات کا ظہور نہ تو ولایت کے ارکان میں سے ہے اور نہ اس کے شرائط میں سے بظاہر

بنی علیہ السلام کے لیے اس کا معجزہ، کہ اس کا اظہار مقام نبوت کے شرائط میں سے ہے۔ لیکن اولیاء اللہ سے خوارق کا ظہور عام اور شائع ہے۔ ایسا کم ہی ہوا ہے کہ کسی ولی سے ان کا ظہور نہ ہوا ہو اس کثرت سے ظہور خوارق انصافیت پر دلالت نہیں کرتا۔ وہاں ایک دوسرے پر نفیست قرب الہی حل سلطانہ کے درجات کے اعتبار سے ہے۔ ہو سکتا ہے کہ زیادہ قرب الہی رکھنے والے بزرگ سے خوارق کا ظہور بہت کم ہوا اور کم قرب رکھنے والے سے ان کا ظہور زیادہ ہو۔ وہ خوارق جو اس امت کے بعض اولیاء سے ظاہر ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس کا دسواں حصہ بھی ظاہر نہیں ہوئے۔ حالانکہ سب سے افضل ولی ادنیٰ صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

خوارق کے ظہور پر نظر رکھنا کوناہ نظری ہے اور استعداد و تقلیدی کے کم ہونے کی دلیل ہے۔ نبوت و ولایت کے فیوض قبول کرنے کے لائق وہ جماعت ہے جن میں قوت نظری کی نسبت تقلیدی استعداد غالب ہو۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ استعداد تقلیدی کی قوت کی بنا پر حضور نبی کریم علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کرنے میں بالکل کسی دلیل کے محتاج نہ ہوئے۔ اس کے برعکس ابو جہل یمن اس استعداد میں کمی کے باعث روشن نشانات اور غالب معجزات کے کثرت کے ساتھ ظہور کے باوجود تصدیق نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہوا حتیٰ سبحانہ و تعالیٰ ان بد نصیبوں کے بارے میں فرماتا ہے:

وَأَن يَّرَدُّوا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا
حَقًّا إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ
يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِن هَذَا
إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ

یہ کفار برآیت و نشانی بھی دیکھیں گے اس پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ جب آپ کے پاس پہنچتے ہیں تو آپ سے جھگڑتے ہیں کافروں کہتے ہیں یہ قرآن تو بعض پرانے لوگوں کے قصے

کسانہل کا مجموعہ ہے۔

میں یہ بھی لکھا ہوں کہ اکثر متقدمین سے بھی ساری عمر میں پانچ چھ خوارق سے زیادہ کا ظہور منقول نہیں حضرت جنید جو اس گروہ کے سردار ہیں، معلوم نہیں کہ ان سے دس کرامات کا ظہور بھی منقول ہوا ہو۔ اور خداوند تعالیٰ اپنے کلیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال سے یوں خبر دیتا ہے:

وَلَقَدْ أَتَيْنَا مَوْسَىٰ تَسْعَ أَبْنِيتٍ
بَيْنَ نَتِ

بے شک ہم نے موسیٰ کو نو روشتن مہجرے عطا کیے۔

اور اس وقت کے مشائخ کے بارے میں کہاں سے پتہ چلا ہے کہ اتنی بھی مقدار خوارق کا ظہور

نہیں ہوتا۔ بلکہ تمام ادویاء اللہ سے چاہے پہلے ہوں یا پچھلے ہر گھڑی خوارق کا ظہور ہوتا رہتا ہے
مدعی کو معلوم ہوں یا نہ ہوں۔ حج

خود رشید نہ مجرم ارکے مینا نیست

اگر کوئی خوراندہا ہے تو اس میں سورج کا تاباں تصور ہے

دوسرا سوال یہ تھا کہ طایبان صادق کے کشف و شہود میں القاء شیطانی ہو سکتا ہے
یا نہیں؟ اگر ہو سکتا ہے تو اس میں کشف شیطانی کی کیفیت کی وضاحت کس طرح ہے؟ اور اگر
نہیں ہو سکتا تو الہامی امور میں بعض غلطیوں کا پایا جانا کس سبب ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے (واللہ سبحانہ اعلم بالصواب) کہ کوئی بھی القاء شیطانی سے محفوظ نہیں۔
جبکہ یہ دخل انبیاء کرام کے لیے بھی تصور ہو سکتا ہے بلکہ متحقق ہے تو ادویاء میں بطریق اولیٰ ہوگا۔ طایبان
صادق کیا چیز ہے۔

نایہ مافی الباب یہ ہے کہ انبیاء کو اس القاء پر تنبیہ کر دیتے ہیں اور باطل کو حق سے جدا کر دیتے
ہیں۔ آیہ کریمہ:

يَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ذَنْبًا ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

آیات کو مضبوط کرتا ہے۔

اس معنی پر دلالت کرتی ہے۔ ادویاء اللہ کے لیے یتنبیہ ضروری نہیں کیونکہ ولی نبی کے تابع ہے جو
کچھ نبی کے خلاف ہوگا مرد و دشوار ہوگا اور باطل تصور ہوگا۔ ہاں وہ صورت جس میں نبی کی شریعت
اس سے خاموش ہو اور نفی یا اثبات کا فیصلہ نہ کرے تو یہاں یقین کے ساتھ درجہ میں حق و باطل کے
درمیان امتیاز دشوار ہے کیونکہ امام ظنی شے ہے۔ لیکن اس عدم امتیاز کے باعث ولایت میں کچھ
نقص واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ شریعت کی بجائے اور نبی کی متابعت نجات آخرت کی ضامن ہے۔
اور جن امور کے بارے میں شریعت نے سکوت اختیار فرمایا ہے وہ شریعت سے زائد ہیں۔ اور ہم اند
امور کے مکلف نہیں ہیں۔

جاتا چاہیے کہ کشف میں غلطی کا واقع ہونا القاء شیطانی پر منحصر نہیں بسا اوقات قوت تنبیہ
میں احکام غیر صادقہ ایک صورت پیدا کر لیتے ہیں جن میں القاء شیطانی کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ اسی قبیلہ
سے ہے وہ جو بعض لوگ خواب حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے ہیں اور آپ سے بعض
احکام اخذ کرتے ہیں حالانکہ فی الحقیقت ان کے خلاف پایا جاتا ہے۔ اس صورت میں القاء شیطانی

متصور نہیں کیونکہ علماء کا مختار مذہب یہ ہے کہ ابلیس صورت خیر البشر علیہ السلام میں متشکل نہیں ہو سکتا جیسی بھی صورت میں ہو۔ قراس صورت میں صرف قوت متخیلہ کے تصرف کا دخل ہے۔ جس نے غیر واقع کو واقع سمجھ لیا ہے۔

تیسرا سوال یہ تھا کہ جب کلمات کے طور پر تصرف اور استدراج کی صورت میں تاثیر و فو ظاہر کے اعتبار سے برابر ہیں تو مبتدی کس طرح شناخت کرے گا کہ یہ صاحب کلمات ولی اور یہ صاحب استدراج مدعی ہے ؟

اس کا جواب یہ ہے (واللہ سبحانہ اعلم بالصواب) کہ طالب مبتدی کے لیے دونوں میں فرق و امتیاز کچھ ایسے ایک واضح دلیل موجود ہے۔ اور وہ اس کا صحیح وجدان ہے کہ اگر وہ اس کی صحبت میں اپنے دل کو رب تعالیٰ کے ساتھ جمع پائے تو جان لے گا کہ یہ صاحب کلمات ولی ہے۔ اور اگر اس کے خلاف پایکا تو معلوم کرے گا یہ صاحب استدراج مدعی اور جھوٹا انسان ہے۔ اور اگر اس معنی میں خفا اور پوشیدگی ہے تو وہ عوام الانعام کو ہے، راہ حق کے طالبوں کو نہیں۔ اور عوام کا خفا خواص کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں رکھتا کیونکہ عوام کے خفا کا منشا انکار مرض قلبی اور اسکھوں کا پردہ ہے۔ عوام سے بہت سی ایسی چیزیں مخفی ہیں جن کا جاننا اس فرق کے جاننے سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

اب ہم اس مکتوب کو بعض معارف کے ساتھ عنتم کرتے ہیں جو ان شکوک و شبہات کے ازالے میں تمہارے لیے نفع مند ہیں۔

جاتا چاہیے کہ تخلق باخلق اللہ کے معنی جو ولایت میں ماخوذ و معتبر ہیں یہ ہیں کہ اولیاء اللہ کو ایسی صفات حاصل ہو جائیں جو واجب تعالیٰ کی صفات کے مناسب ہوں۔ لیکن وہ مناسبت صرف اسم میں ہوگی اور عوام صفات میں مشارکت ہوگی۔ خواص معانی میں مناسبت نہیں ہو سکتی کہ وہ محال ہے۔ اور قلب خفائن کو مستلزم ہے۔

تحقیقات میں خواجہ محمد یار ساقی سرور تخلقوا باخلق اللہ کے بیان معنی کے مقام میں فرماتے ہیں:

سُبحانہ و سلم شریف میں روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے :

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رانی فی المنام فقد رانی -
خواب میں مجھے دیکھا تو اس نے مجھے دیکھا کیونکہ
شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت مہلک ہے۔ اور ہلک کے معنی سب پر تصرف کرنے والے کے ہیں۔ جب راہ خدا کا سالک اپنے نفس پر تصرف ہوتا ہے اور اسے مغلوب کر کے رکھتا ہے اور اس کا تصرف مخلوق کے دلوں میں نافذ ہوتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہوجاتا ہے۔

اور ایک صفت یقین ہے۔ اور اس کے معنی سننے والے کے ہیں۔ جب راہ حق پر چلنے والا ہر کسی سے حق تعالیٰ کی باتیں گرائی اور ہر جہ کے بغیر سن کر قبول کرتا ہے اور فیضی اسرار و حقائق روح کے کان سے سنتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہوجاتا ہے۔

اور ایک صفت بصیر ہے۔ بصیر کے معنی دیکھنے والے کے ہیں۔ جب سالک راہ حق کی بصیرت کی آنکھ بٹا ہوجاتی ہے اور وہ نور فراست سے اپنے تمام عیب دیکھتا ہے اور تمام دوسرے لوگوں کے کمالات کی حالت کو اپنے سے بہتر دیکھتا ہے۔ نیز حق کا دیکھنا اس کا منظور نظر ہوجاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ جو کچھ کرتا ہے حق تعالیٰ کا پسندیدہ فعل ہی کرتا ہے تو اس وقت اس صفت سے موصوف قرار پاتا ہے۔

اور حق تعالیٰ کی ایک صفت شحی ہے۔ اس کے معنی زندہ کرنے والے کے ہیں۔ جب سالک راہ چھوڑ دی گئی سنت کو زندہ اور قائم کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت مہذبیت ہے۔ یعنی مارنے والا۔ جب سالک ان بدعتوں سے جنہیں لوگوں نے سنت کی جگہ اختیار کیا ہوتا ہے روکتا اور منع کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہوجاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

عوام نے مخلوق کے معنی کچھ سمجھے ہیں اور خواہ مخواہ گمراہی کے جنگل میں جاگے ہیں۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں ولی کے لیے ایجاد جسم ضروری ہے اور اس پر اکثر اشیاء غیبیہ کا انکشاف ہونا چاہیے وغیرہ ذالک۔ حالانکہ یہ باتیں ظنون فاسدہ میں سے ہیں۔ اور بعض گمان گناہ ہیں۔

نیز خوارقِ صرف کسی کو زندہ کرنے اور مارنے میں ہی منحصر نہیں۔ الہامی علوم و معارف بھی اعظم سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کے لوگوں پر تصرف کرنے کا مقیدہ درست ہے۔

لے یعنی دلی کے دلی بننے کے لیے مردے کا زندہ کرنا اور عیب کی خبریں دینا وغیرہ کوئی شرط نہیں کہ اگر یہ افعال اس سے صادر نہ ہوں تو وہ ولی ہی نہ ہو۔ امام ربانی کے اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں کہ ولی مردے زندہ نہیں کر سکتا۔ اور غیب کی باتیں نہیں جانتا۔ کیونکہ مکتوبات شریف میں آپ نے ایک دوسرے مقام پر تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کو ان امور میں قدرت بھی عطا کرتا ہے۔ غافتم

نشانات اور بندہ درجہ خوارق میں سے ہیں۔ اسی لیے قرآن کا معجزہ تمام باقی معجزات سے اقویٰ اور باقی رہنے والا تسلیم کیا گیا ہے۔ آنکھ کھول کر دیکھیں کہ یہ علوم و معارف جو موسلا دھار بارش کی طرح برس رہے ہیں کہاں سے آ رہے ہیں۔ پھر یہ سب علوم اس کثرت کے باوجود پورے طور پر علوم شرعیہ کے مطابق و موافق ہیں، ایک بال برابر بھی مخالفت کی گنجائش نہیں۔ یہ خصوصیت صحت علوم کی علامت ہے۔

ہمارے خواجہ قدس سرہ نے لکھا تھا کہ تمہارے (محمد و صاحب قدس سرہ کے) سب علوم درست اور مطابق شرع ہیں۔ لیکن حضرت خواجہ قدس سرہ کی بات نقل کرنے کا کیا فائدہ جبکہ حضرت خواجہ کا قول آپ کے لیے حجت نہیں۔ اگرچہ آپ بھی اپنے آپ کو تابع فرمان شیخ خیال کرتے ہیں۔ زیادہ کیا لکھے۔ آپ کے یہ سوالات پہلے طبیعت پر گراں گزرے۔ لیکن جب یہی سوالات ان مذکورہ علوم و معارف کے ظہور میں آنے کا باعث بن گئے اور ان سوالات کے جوابات کے طور پر یہ سب باتیں دائرہ تحریر میں آ گئیں تو ٹھیک اور بہتر ہو گیا ہے۔

پہنچ زشتہ نیست کو را خوبی ہمراہ نیست

زنگی شب رنگ را ندان چوں دروگو بہرست

کوئی بھی بری شے نہیں مگر کوئی نہ کوئی خرابی بھی اس کے ہمراہ ہوتی ہے۔ جیسے رات کی طرح سیاہ رنگ والے بٹنی کے دانت سرخوں کی طرح چمکتے ہیں۔

عجب کام ہے کہ آپ نے پہلے خط میں بڑے اخلاص کا اظہار کیا تھا اور اس کا سبب پے درپے دو واقعات کے ظہور کو قرار دے کر آپ نے لکھا تھا کہ ان کا اثر حالت ہوش میں بھی محسوس ہوا اور اس حد تک تم کو ندامت و پشیمانی لاحق ہوئی تھی کہ سابقہ طور طریقے سے توبہ اور رجوع نصیب ہوا اور تم تجدید ایمان سے مشرف ہوئے۔ اب پھر ایک ماہ بھی تمیں گزرا کہ تمہاری وضع و حالت میں تبدیلی معلوم ہوئی ہے اور پچھلے پاؤں واپس ہو کر پھر تم اپنی پہلی وضع کی طرف منتقل ہو گئے ہو یہاں تک کہ تم اس کے درپے ہوئے کہ ان دو واقعات کو تم نے انفاق و شیطانی یا غلط کشف کہنا شروع کر دیا۔ وہ کیا حالت تھی اور یہ کیا حالت ہے۔

بگفتا فلانے چہ بد می کند نہ مان کہ بانفس خود می کند

کسی نے کہا فلاں بڑا کر رہا ہے (ٹھیک ہے کہ تار ہے) کیونکہ میرے ساتھ نہیں بلکہ اپنی ذات کے ساتھ برا کر رہا ہے۔ ہر نتیجہ ہدایت اور مصطفیٰ علیہ الصلوات والقیات والتسلیمات کی متابعت کے پابند انسان پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر ۱۰۸

میاں سید احمد بھاری کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اس کے برعکس جو بعض لوگوں نے کہا ہے کہ

ولایت نبوت سے افضل ہے۔

افسوسہ کہ ہم سب کو اور تم کو اور تمام مسلمانوں کو حضور سید المرسلین علیہ علی آلہ وعلیہم من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت پر ثابت و قائم رکھے۔

بعض مشائخ نے سکر وقت میں کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اور بعض دوسرے شایخ نے اس ولایت سے نبی کی ولایت مراد لی ہے۔ تاکہ ولی کے نبی پر افضل ہونے کے وہم کو رفع کیا جائے۔ لیکن حقیقت میں معاملہ برعکس ہے کیونکہ نبی کی نبوت بھی اس کی ولایت سے افضل ہے۔ ولایت میں تو تنگی سینہ کے باعث رُخ مخلوق کی طرف نہیں کیا جاسکتا لیکن نبوت میں کمال انشراح صدر کی بنا پر نہ تو حق سبحانہ کی طرف توجہ سے مانع ہوتی ہے اور نہ خلق کی طرف توجہ غی بہکانہ کی طرف توجہ سے مانع ہوتی ہے۔ نبوت میں صرف مخلوق کی طرف ہی رُخ نہیں ہوتا تاکہ ولایت کو جس میں رُخ حق کی طرف ہوتا ہے، نبوت پر ترجیح دیں۔ عیاذاً باللہ سبحانہ۔

صرف مخلوق کی طرف رُخ رکھنا عوام کا لالچ ہے۔ شان نبوت بہت بلند و مرتبہ ہے۔

اس معنی کا سمجھنا اور باب سکر پر دشوار ہے۔ مستقیم الاحوال اکابر ہی اس معرفت کے ساتھ متنازیں ہیں۔

ہیثمًا لادبَاب النعیم نعیمہا

ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں۔

دوسری مقصود بات یہ ہے کہ میاں شاہ عبداللہ ولد میاں شیخ عبدالرحیم ان مفتی (مجدد صاحب اور ان کا خاندان) کے ساتھ تعلق قرابت رکھتا ہے۔ ان کے والد مدت تک بہادر خاں کے ملازم رہے ہیں اور صاحب مرتبہ۔ اب نابینا ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے لڑکے کو بھیجا ہے کہ بہادر خاں کے پاس جا کر ملازمت کرے۔ اس بارے میں اگر آپ کی طرف سے بھی کچھ اشارہ ہو جائے تو فائدہ مند رہے گا۔ والسلام۔

مکتوب نمبر ۱۰۹

علیم صدر کی طرف صادر فرمایا:

سلامتی قلب اور اس کے غیر حق سبب نہ کر بھلا دینے کے بیان میں۔

اہل اللہ قلبی امراض کے طبیب ہیں۔ باطنی امراض کا ازالہ ان بزرگوں کی توجہ سے وابستہ ہے۔ ان کا کلام دوا اور ان کی نظر شفا ہے۔ حدیث پاک میں وارد ہے:

هَمْ قَوْمٌ لَا يَشْفِي بَعْضُهُمْ
یعنی یہ ایسی قوم ہے جن کا ہمیشہ بد نصیب
(بخاری و مسلم) نہیں۔

وَهُمْ جُلُوعَاءُ اللَّهِ۔

یہی یہ لوگ اللہ کے ہمیشہ ہیں۔

يَهُمُّ يُمْطَرُونَ وَيَهُمُّ يُمْزَقُونَ۔

انہی کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور انہی

کی برکت سے رزق ملتا ہے۔ (بخاری و شریعت)

امراض باطنی اور علل معنوی میں سب سے بڑی بیماری دل کی غیر حق تعالیٰ کے ساتھ گرفتاری

ہے۔ جب تک اس گرفتاری سے پورے طور پر نجات حاصل نہ ہو سلامتی قلب کا نصیب ہونا محال

ہے۔ کیونکہ اس فسادِ اقدس جلِ سلطانہ کے لیے کسی اور کی شرکت کا قطعاً کوئی دخل نہیں۔

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ۔ (سورہ زمر)

سن لو خاص دین صرف اللہ ہی کے لیے ہے

یہ کیسے روا ہو سکتا ہے کہ شریک کو غالب کر دیا جائے۔ نہایت بے حیائی کی بات ہے کہ غیر حق

سبب نہ کر بھلا دینے کے بیان میں۔

سبب نہ کر بھلا دینے کے بیان میں۔

سبب نہ کر بھلا دینے کے بیان میں۔

سبب نہ کر بھلا دینے کے بیان میں۔

سبب نہ کر بھلا دینے کے بیان میں۔

معارف و حکم کے درود کا منشاء ہے۔ اور اس حالت کے بغیر خار و درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے
 ۷ بیچ کس رات نائنگو دو اوفنا نیست راہ در بارگاہ کبریا
 کوئی شخص جب تک فنا کا مقام حاصل نہ کرے، بارگاہ کبریا تک راستہ نہیں پاسکتا۔

مکتوب نمبر ۱۱

شیخ صدر الدین کی طرف صادر منسربایا۔

اس بیان میں کہ پیدائش انسانی سے مقصود و وظائف بندگی کا ادا کرنا اور پورے طور پر
 جناب حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا ہے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ ارباب کمال کی تمناؤں کی انتہا تک عروج عطا کرے۔

پیدائش انسانی سے مقصود و وظائف بندگی کا ادا کرنا اور جناب حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف دوام
 توجہ ہے۔ اور یہ معنی سید اولین و آخرین علیہ من الصلوٰات و التیمات اینہما کی کامل اتباع کے
 بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قولاً، فعلاً، ظاہراً،
 باطناً، علماً اور اعتقاداً کامل اتباع نصیب کرے۔ آمین یا رب العالمین ۷

بعد از خدائے ہرچہ پرستند بیچ نیست

بیدولت است آگہ بیچ اختیار کرد

خدا تعالیٰ کی فائزات کہ چھوڑ کر جس شے کی بھی پرستش کی جائے کچھ نہیں۔ وہ بد نصیب ہے جو بیچ چیز کو
 اختیار کرتا ہے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا اگر کوئی چیز مقصود ہے تو وہی مجہود ہے۔ غیر حق تعالیٰ کی عبادت سے
 اس وقت نجات نصیب ہوگی جبکہ خداوند جل و علا کے سوا کوئی چیز مقصود نہ رہے۔ اگرچہ وہ مقاصد
 اخروی اور دنیوی نعمتوں میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ اگرچہ یہ مقاصد حسنات میں سے ہیں لیکن مقربین کے
 نزدیک سیئات میں داخل ہیں۔ جبکہ اخروی امور کو مقاصد قرار دینے کی نوعیت یہ ہے تو امور دنیویہ
 کو مقاصد قرار دینے کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ کھلتا ناپسند ہے۔ اور جب سے اللہ نے
 اسے پیدا کیا ہے ایک بار بھی اس کی طرف نگاہ نہیں فرمائی۔ اور اس کی محبت گناہوں کی جڑ ہے۔ اور اس کے
 چاہنے والے لعنت و رد کے مستحق کے ہیں۔

الدنیا ملعونۃ و ملعون ما فیہا دنیا ملعون ہے اور اشر کے ذکر کے سوا جو کچھ اس
 الا ذکر اللہ تعالیٰ (ترجمہ و ابن مابہ) میں ہے وہ بھی ملعون ہے۔
 اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب پاک سید الاولین و الآخرین حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام آلہ السلام
 کے طفیل اس دنیا کے شر اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے نجات عطا کرے۔

مکتوب نمبر ۱۱

شیخ مرید سنبل کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ توحید قلب کو غیر حق سبحانہ سے آزاد کرنے کا نام ہے۔ اور اس کے مناسب
 امور کے بیان میں۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

توحید دل کو اسوائے حق سبحانہ کی توجہ سے خالی کرنے کا نام ہے۔ جب تک دل اسوائے گرفتاری
 میں مبتلا ہے۔ اگرچہ تھوڑی سی گرفتاری ہی کیوں نہ ہو بندہ ارباب توحید سے نہیں ہو سکتا۔ اس دولت
 کے حصول کے بغیر واحد کتنا اور واحد جانتا ارباب حصول کے نزدیک فقر و لیات میں سے ہے۔ ہاں
 واحد کتنا اور واحد جانتا جو تصدیق ایمانی میں معتبر ہے وہ ضروری ہے لیکن وہ دوسرے معنی میں ہے۔
 لَا مَعْبُودَ إِلَّا اللّٰهُ اور لَا مَوْجُودَ إِلَّا اللّٰهُ کے درمیان فرق بالکل واضح ہے۔ ایمانی تصدیق قید
 علم سے ہے اور وجدانی اور اک قبیہ حال سے ہے۔ حال کے حاصل ہونے سے قبل حال کے متعلق گفتگو
 کرنا منع ہے۔

مشائخ کی ایک جماعت نے اس باب میں اگرچہ باتیں کی ہیں تو وہ دو حال سے خالی نہیں:

(۱) یا تو معذوری اور غلبہ حال میں پٹے پٹے ہوئے کہی ہیں۔

(۲) یا کہنے اور حال ظاہر کرنے سے ان کا یہ مقصود تھا کہ دوسروں کے حال کی کسوٹی اور ان کی انتقامت

کا باعث بنیں نیز تاکہ دوسرے اپنے حالات کی کجی کو ان کے حالات کے تراز پر تول سکیں۔

ان دو صورتوں کے بغیر انشاء اسرار ممنوع ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارباب کمال کے احوال کا تھوڑا سا حصہ ہم پر نصیب لوگوں کو بھی عطا کرے

اور بلند مرتبہ سنت مصطفویہ علی صدرہا الصلوٰۃ والسلام والقیہ کی متابعت نصیب فرمائے۔ بجز تہ النبی

وآلہ الامجاد علیہم الصلوٰات والتسلیمات۔

ایک دوسری تکلیف آپ کو یہ دی جاتی ہے کہ میاں شیخ عبدالفتاح حافظ ذی عزت لوگوں میں سے اور آدمی زادہ ہیں کثیر العیال اور بہت سی لڑکیوں کے باپ ہیں۔ اسباب معاش کی قلت تھی۔ ان کو اس امر پر مجبور کیا ہے کہ کریم اور سخی لوگوں کے آستانے تک پہنچیں۔ امید ہے کہ ان کا مقصود پورا ہوگا۔ زیادہ گفتگو در دوسری ہے۔

مکتوب نمبر ۱۱۲

شیخ عبدالجلیل قنایسری ثم جرنپوری کی طرف صادر ہوا۔

اس بیان میں کہ اصل کام یہ ہے کہ ہم اپنے آپکو عقائد اہل سنت و جماعت کے ساتھ مزید آراستہ کریں۔ اس دولت کی موجودگی میں اگر احوال و مراجمید بھی عطا کر دیں تو ہم احسان مند ہوں گے ورنہ اسی دولت کو کافی جانیں گے۔ کیونکہ جب یہ ہے تو سب کچھ ہے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ ہم مفلسوں کو اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت کے معتقدات حقہ کی حقیقت سے سرموٹ کرے اور پسندیدہ اعمال کی ترفیق کو ہمارا نقد وقت بنائے۔ اور وہ احوال جو ان اعمال کے ثمرات ہیں ان سے بہرہ ور فرمائے۔ اور مکمل طور پر اپنی جناب قدس جل سلطانہ کی طرف کھینچ لے۔ ع

کارا این سنت وغیر این ہم سب پہنچ

اصل کام یہی ہے، باقی سب پہنچ ہے۔

کیونکہ وجد و حال کی وہ کیفیتیں جو فرقہ ناجیہ اہل سنت کے معتقدات کی حقیقت حاصل ہوئے بغیر ہیں سراسر استدراج ہیں۔ ان کی کچھ قدر و قیمت نہیں۔ اور ان کیفیات کو سوائے خوابی کے اور کچھ خیال نہیں کرتے۔ فرقہ ناجیہ کی اتباع کے ساتھ جو کچھ مزید عطا فرمائیں ہم اس پر احسان مند ہیں اور شکر بجالائیں گے۔ اور اگر صرف عقائد حقہ کی نعمت ہی عطا فرمائیں اور وجد و حال کی کیفیات میں سے کچھ عطا نہ کریں تو ہمیں کچھ ڈر نہیں اور ہم راضی اور خوش ہیں۔

اور بعض مشائخ کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم سے غلبہ حال اور منکر وقت کے وقت اہل حق کی دست اور صحیح آراء کے خلاف بعض علوم و معارف کا ظہور ہوا ہے چونکہ ان کی بنیاد کشف ہے اس لیے وہ معتقد

ہیں۔ اہل حق کی قیامت کے روزنامہ بنانا پران کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ یہ بڑا خطرہ ہے۔ سب سے بڑا خطرہ
 کے حکم میں ہیں جسے خطا کی صورت میں بھی ایک ثواب ملتا ہے۔ حق علمائے اہل حق شکر اللہ تعالیٰ
 سیدہم کی جانب ہے۔ کیونکہ علماء کے علوم ستینہ نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والقیام سے
 اخذ کیے گئے ہیں جن کی تائید وحی قطعی سے ہر جگہ ہے۔ اور صوفیہ کے ان معارف کا مقصد کشف
 والہام ہے، جس میں خطا کی گنجائش ہے۔ اور کشف والہام کی صحت کی علامت علمائے اہل سنت
 کے علوم کے ساتھ مطابقت ہے۔ اگر کشف والہام میں بال برابر بھی مخالفت ہے تو درست ہے اور
 ثواب کے دائرہ سے باہر ہے۔ یہی صحیح علم اور صریح حق ہے۔ اس کے سوا فضائل و دیگر ایسی ہے۔
 اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمیں سید المرسلین علیہ علی آلہ من الصلوٰۃ والسلام من القلیات افضلہا
 کی ظاہر و باطن اور عمل و اعتقاد متابعت و پیروی پر استقامت عطا کرے۔
 آپ پر اور ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر ۱۱۳

جمال الدین حسین کربلائی کی طرف سے موصول ہوا۔

مبتدی کے جذبہ اور منتہی کے جذبہ کے درمیان فرق کے بیان میں۔ اور اس امر کے بیان

میں کہ مجذوبوں کو اولاً صرف روح کا شہود نصیب ہوتا ہے۔ جو قلب سے اوپر ہے۔ اور وہ روح

کے اسی شہود کو حق میں شانہ کا شہود خیال کر لیتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ الْاَبْدِیْنِ اَصْطَفٰی۔

جذب و کشش صرف مقام فوق تک ہوتی ہے۔ فوق فوق تک نہیں ہوتی۔ اور یہی صورت حال
 شہود وغیرہ میں ہے۔ پس سلوک طے نہ کیے ہوئے مجذوب جو مقام قلب میں ہیں ان کا انجذاب صرف
 مقام روح تک ہے جو قلب سے اوپر مقام ہے۔ ذات حق تک کشش و انجذاب منتہی لوگوں کا جذبہ
 ہے۔ جس سے اوپر کوئی مقام نہیں۔ اور ابتدائی جذبہ میں صرف انسانی روح کا شہود ہوتا ہے۔ اور
 چونکہ روح اپنی اصل صورت میں موجود ہے:

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اَشْرَفَ اَدَمَ کَرَامَتِہٖ صُوْرَتِہٖ پَر پیدافریا۔

لے اس حدیث کی شرح مکتوب نمبر ۹۵ کے حاشیہ میں گزری ہوئی ہے۔ وہاں لا محظہ کریں

لہذا روح کے شہود کو حق تعالیٰ و تقدس کا شہود سمجھ لیتے ہیں۔ اور جب کہ روح کے لیے عالم اجسام کے ساتھ ایک گونہ مناسبت ثابت ہے تو کبھی اس شہود کو شہود احدیت در کثرت کہتے ہیں اور کبھی شہودیت کے قائل ہوتے ہیں۔ حق جل و علا کا شہود فنا کے مطلق کے حصول کے بغیر جو انتہائے سلوک پر متحقق ہوتی ہے تصور نہیں ہے۔

پہنچ کس رات نگر دو اوفنا نیست راہ در بارگا و کبریا

بند سے کہ جب تک فنا حاصل نہ ہو، بارگا و کبریا تک راستہ نہیں پاسکتا

اور اس شہود کا عالم کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ دو فرق شہودوں میں فرق یہ ہے کہ اگر عالم کے ساتھ کسی نہ کسی وجہ سے مناسبت رکھتا ہو تو وہ شہود حق تعالیٰ نہیں۔ اور اگر بے مناسبت ہے تو شہود الہی ہے۔ حق جل و علا شہود کا اطلاق تنگی عبارت کے باعث ہے۔ ورنہ اس کی طرف نسبت بھی اس کی ذات پاک کی طرح بے کیف و بے مثل ہے۔ ج

یچوں را بہ بے چوں راہ نیست

مثل کو بے مثل ذات کی طرف راستہ نہیں مل سکتا

بادشاہ کی عطاؤں کو اسی کی سواریاں اٹھا سکتی ہیں۔

مکتوب نمبر ۱۱۴

صوفی قربان کی طرف لکھا گیا :

حضرت سید المرسلین علیہ السلام و آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت پر ابھانے کے بیان میں حق سبحانہ و تعالیٰ ہم بے سرو سامان مغفلوں کو سید اولین و آخرین کی اتباع کی دولت سے سرفراز فرمائے اور اس پر استقامت نصیب کرے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ بلند ہستی ہیں کہ آپ کی دوستی کے طفیل رب تعالیٰ اپنے اسمائی اور صفائی کمالات کو میدان ظہور میں لایا اور آپ کو جبرین تمام کائنات قرار دیا، علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔ آپ کی اتباع کا ایک ذرہ تمام دنیوی لذتوں اور اخروی نعمتوں سے کمٹی درجے بہتر ہے۔ فضیلت روشن سنت کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے اور بزرگی آپ کی شریعت کی بجا آوری کے ساتھ مربوط ہے علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام والتقیہ۔

مثلاً دو پہر کا قیلولہ جو متابعت سنت کی نیت سے ہو کر روزہ راتوں کے فوافل سے اولیٰ اور افضل ہے جو بے نیت متابعت ہوں۔ اسی طرح عید فطر کے روز روزہ نہ رکھنا جس کا شریعت مصطفویٰ نے حکم دیا ہے ابدالاباد ہمیشہ کے روزوں سے جو شرع سے اخذ نہیں بہتر ہے۔ شمار علیہ السلام کے حکم سے ایک پیسہ خرچ کرنا اپنی طرف سے سونے کا پہاڑ خرچ کرنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز فجر کی نماز باجماعت ادا کر کے اپنے اصحاب پر نگاہ ڈالی، ایک شخص کو جماعت میں موجود نہ پایا۔ اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ شخص ساری رات عبادت میں مصروف رہتا ہے، شاید اس وقت سو گیا ہو۔ امیر المؤمنین نے فرمایا اگر وہ شخص باری رات سوتا اور صبح کی نماز باجماعت ادا کرتا تو اس سے بہتر تھا۔

گمراہ لوگوں نے بھی ریاضتیں اور مجاہدے بہت کیے ہیں لیکن شریعت حقہ کے مطابق نہیں، لہذا نوار اور بے اعتبار ہیں۔ اگر ان گمراہوں کے ان اعمال شاقہ پر کچھ اجر و ثواب بھی ملا تو وہ بعض دینی منافع ہی کی صورت میں ہوگا۔ اور اجر و ثواب کے طور پر ساری دنیا کامل جانا بھی کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ بعض دینی منافع کے حاصل ہونے کا کیا اعتبار ہے۔ گمراہوں کے مجاہدات اور اعمال شاقہ کی مثال جاوید کش کی ہے جس کی کوشش و محنت سب سے زیادہ ہے، مگر اس کی مزدوری سب سے کم ہوتی ہے۔ اور شریعت کی پیروی کرنے والوں کی مثال اس جماعت کی طرح ہے جو اعلیٰ درجہ کے متقیوں اور پیروں کے ساتھ کام میں مصروف ہو۔ ان کا کام تو بہت تھوڑا ہوتا ہے، لیکن ان کی اجرت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ایک گھڑی کا عمل ہزار سال کے اجر کے برابر ہو سکتا ہے۔ اس کا راز یہ ہے کہ جو عمل موافق شریعت واقع ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ کو پسند ہوتا ہے اور خلاف شریعت عمل رب تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ پس ناپسندیدہ عمل پر ثواب کے کیا معنی بلکہ عذاب کی توقع ہے۔ اس معصوم کے عالم مجاہدین بہت سے شواہد موجود ہیں، ادنیٰ توجہ سے سامنے آسکتے ہیں۔

ہر چہ گیر وعلتی علت نشود کفر گیر دکالے لقت نشود

جیاد جس شے سے بھی تعلق قائم کرے گا وہ بھی بیمار ہو جائے گی۔ اور کامل شخص کفر کی طرف رخ کرے گا تو اسے لقت حقہ کی شکل دینے لگا۔

پس تمام مسادقوں کا سراپہ سنت کی متابعت ہے، اور تمام فسادات کا مادہ شریعت کی مخالفت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم اور تم کو سید المرسلین علیہ علیہم وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت پر ثابت و قائم رکھے۔ والسلام

مکتوب نمبر ۱۱۵

ملا عبدالحق دہلوی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ جس راہ کو طے کرنے کے ہم درپے ہیں وہ صرف سات قدم ہے۔

مصنوع: — از ہر چہ می رود سخن دوست خوشتر است

دوست کی بات جس طرف سے بھی کان میں پہنچے اچھی ہے۔

یہ راستہ جس کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں صرف سات قدم ہے۔ دو قدم عالم خلق میں ہیں اور پانچ عالم امر میں۔

عالم امر میں پہلا قدم رکھنے پر تعالیٰ افعال ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے قدم پر تجلی صفات اور تیسرے قدم میں تجلیات فاتیہ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

پھر ارباب کمال کے درجات کے تفاوت کے مطابق تجلیات فاتیہ میں بندہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ حضور سید الاولین والآخرین علیہ من الصلوات اکملہا ومن التلیات افضلہا کی متابعت سے وابستہ ہے۔ اور جن بزرگوں نے اس راستے کو دو قدم قرار دیا ہے انہوں نے اجمال کے طور پر اس سے عالم خلق اور عالم امر مراد لیے ہیں، طالبان حق پر معاملہ آسان کرنے کے لیے لیکن اصل بات وہی ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بیان کی ہے اسے ذہن نشین کرنا چاہیے۔

مکتوب نمبر ۱۱۶

ملا عبد الواحد لاہوری کی طرف صادر فرمایا:

۱۔ آپ ان خوش قسمت حضرات میں سے ہیں جنہیں حضرت خواجہ عبدالباقی قدس سرہ نے امام ربانی قدس سرہ کی خدمت میں برائے تربیت بھیجا۔ آپ کثیر المراقبہ اور کثیر العبادۃ تھے۔ ایک روز آپ نے ذوق و کیف کی حالت میں اپنے ایک پیر بھائی سے دریافت کیا کہ جنت میں نماز ہوگی؟ اس نے جواب میں کہا وہاں نماز نہیں کیونکہ وہ وارحزا ہے، دار عمل نہیں۔ آپ نے آہ نکالی اور رو پرشے۔ اور فرمایا جہاں اس سے بنیاد ذات کی عبادت و بندگی نہیں؟ زندگی کس طرح گزرے گی۔ ملا عبد الواحد کا بیان ہے کہ جن ایام میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ (باقی بر صفحہ ۱۴۷)

اس بیان میں کہ قلب کی سلامتی اس کے ماسوا کو بھول جانے پر موقوف ہے۔ اور دنیوی امور

میں زیادہ مصروف ہونے سے روکنے میں تاکہ دنیا کے ساتھ الفت و رغبت پیدا نہ ہو۔

عزیز بھائی کا مکتوب مغرب موصول ہوا۔ اور سلامتی قلب کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا تھا اس سے بھی آگاہی ہوئی۔ ہاں ہاں دل کی سلامتی ماسوا سے حق تعالیٰ کے ہر شے کو بھول جانے پر موقوف ہے۔ اس حد تک کہ اگر غیر حق کا خیال خلعت و کوشش سے بھی لانا چاہیں تو نہ آئے۔ اس صورت میں غیر خدا کا گزر دل پر نہیں ہو سکتا۔ اس حالت کو قلبی قلبی سے تحریر کرتے ہیں۔ اور یہ اس راہ میں قدم اول ہے۔ اور اس سے درجات استعداد کے مطابق مراتب ولایت کے کمالات کی بشارت ملتی ہے۔ ہمت بلند رکھیں۔ اخروٹ و منفی یعنی معمولی اشیاء پر قناعت نہ کریں۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ مَعَآلِيَ الْأَشْيَاءِ

اللہ تعالیٰ بلند ہمت والوں کو دوست بناتا ہے۔

دنیوی امور میں زیادہ رغبت سے غطرو ہے کہ اس کی دنیا کے کاموں میں ہی نہ کہیں الجھ جاؤ۔ دل کی موجودہ سلامتی سے دھوکا نہ کھا جائیں۔ کیونکہ اس حالت کے چھین جانے کا امکان ہے۔ اور دنیوی اشتغال کی طرف حتی المقدور رخ نہ کریں تاکہ دنیا سے ہی لگاؤ پیدا نہ ہو جائے۔ اور یہ بات نقصان میں ڈال دے (عیاذ باللہ سبحانہ) فقر میں جا رہے کشتی دولت مندوں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ ساری ہمت اس طرف مبذول کرنی چاہیے کہ فقر و نامرادی ہی میں زندگی گزر جائے جس قدر شیر سے بھاگتے ہو اس سے زیادہ دولت اور ارباب دولت سے دور بھاگو۔ والسلام۔

مکتوب نمبر ۱۱

مولانا محمد قدیم بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ ابتداء قلب جس کے تابع ہوتا ہے۔ اور اتنا دین چاکر یہ تبعیت باقی نہیں رہتی۔ امید ہے کہ مولانا یار محمد نے ہمیں فراموش نہیں کیا ہوگا۔ ایک عرصہ تک چونکہ قلب جس کے (بقیہ صفحہ ۱۱) لاہور شریف آئے ہوئے تھے ایک سبزی فروش نے آپ کی زیارت کے لیے حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اس کی بڑی عزت کی جس سے دوسروں کو حیرانی ہوئی جب حضرت امام باقی قدس سرہ سے اس عزت افزائی کا راز دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: شخص ابدال میں سے ہے۔ (نہجۃ البقعات)

۱۱۔ اجماع الکبیر صید علی بروایت ابن جان و طرانی، خواصی، ابن عساکر اور ضیاء مقدسی بروایت سہیل بن سعد رضی اللہ

تابع رہتا ہے۔ اس لیے جو چیز جس سے دور ہوتی ہے قلب بھی اسے دور محسوس کرتا ہے۔ حدیث مبارک
 من لہ یدلک عینہ فلیس الغلب جو شخص اپنی آنکھ کی حفاظت نہیں کرتا اس کا
 عینہ دکا۔ دل اس کے قابو میں نہیں ہوتا۔

میں اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور نہایت کاریں چونکہ قلب جس کے تابع نہیں رہتا، اس بنا پر
 جس سے دوری قرب قلبی پائے انداز نہیں ہوتی۔ اسی لیے شائع طریقت نے مبتدی اور متوسط
 کے لیے شیخ کامل مکمل کی صحبت سے دور رہنے کو جائز نہیں رکھا۔

الغرض ”جو چیز پوری طرح حاصل نہ ہو سکے اسے بالکل ترک نہیں کرنا چاہیے“ کے مطابق اسی طریقہ
 پر قائم رہیں اور ناجنس لوگوں کی صحبت سے پوری طرح اجتناب کریں۔

میاں شیخ نزل کی تشریف آوری کو سعادت کا پیش خیمہ خیال کرتے ہوئے ان کی صحبت کو
 غنیمت جانیں اور زیادہ وقت ان کی صحبت میں گزاریں۔ کیونکہ شیخ نزل بے نظیر شخصیت ہیں۔
 والسلام۔

مکتوب نمبر ۱۱۸

مقام علی چشتی کی طرف صادر فرمایا۔

اس جماعت کی نامزدی اور خسارے کے بیان میں جواب الہیٰ پا احترام کرتی ہے۔

محبت کے نشانات مانے مولانا قاسم علی نے جو خط ارسال کیا تھا موصول ہوا۔ اس کے مضمون سے
 بھی واقفیت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا وَلِنَفْسِهِ وَمَنْ

جو شخص نیک کام کرے گا اپنے ہی نفع کے لیے کرے گا

۱۵ (حاشیہ صفحہ سابقہ) انھیں یا محمد قدیم اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے بعد ایک اور یا محمد حضرت کے آتے
 شریف پر پہنچے۔ بعد میں آنے والے جدید کلمائے دفتر اول کے سکا تیب کے جامع سی یا محمد جدید ہیں۔ حضرت
 مولانا یا محمد قدیم حضرت امام ربانی قدس سرہ کے قدیم اصحاب میں سے تھے۔ آپ قائم اعیل اور سالم النہار تھے۔
 مسند نقشبندیہ کے بزرگوں کا حضور اور ان کی نسبت آپ میں نمایاں تھی۔ کثیر اسکوت اور کثیر لہذا تھے۔ ولایت
 بر خشاں آپ کا وطن ماریت تھا۔ تلاش حق میں نکلے اور عنایت ربانی نے آپ کو سبب شریعت میں حضرت امام ربانی
 رحمۃ اللہ علیہ کے منبع برکات و خیرات آستانہ ماریت تک پہنچا دیا۔

اَسَاءَ فَعَلَيْهَا۔ اور جو برائی کرے گا تو اس کا وبال اس کی اپنی ہی

جان پر آکر رہے گا۔

خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں: "الہی! تو جسے برباد کرنا چاہتا ہے اسے ہمارے طعن و تشنیع میں مبتلا کر دیتا ہے۔"

ترجمہ آن قوم کہ بر در و کشاں می خندد بر سر کارِ خواہات گنبد ایماں را۔

مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ جو مسرتوں پر ہنستے ہیں، شراب خانہ میں کہیں اپنا ایمان ہی نہ ضائع کر بیٹھیں۔
حق سبحانہ و تعالیٰ تمام اہل اسلام کو فقراء (اولیاء اللہ) کے انکار اور ان پر اعتراض سے بچائے
بحرۃ سید البشر علیہ علی آلہ الصلوات والتسلیمات۔

مکتوب نمبر ۱۱۹

میر محمد نعمان بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

شیخ مقتدا کی صحبت کی ترغیب اور اس امر کے بیان میں کہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ
کامل حضرات اپنے بعض مریدوں کو بعض اچھی نیتوں کے تحت تعلیم طریقت کی اجازت دے
دیتے ہیں۔

جناب میر صاحب کا مکتوب شریف موصول ہوا۔ یہ راستہ دیوانگی چاہتا ہے۔ حدیث شریف
میں وارد ہے کہ:

لَنْ يُؤْمِنَ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُعَالَ إِنَّهُ
يَحْتُونُ۔ تم میں سے اس وقت تک ہرگز کوئی بھی مومن
نہیں ہوگا جب تک لوگ اسے دیرانہ نہ کہیں۔

اور جب دیوانگی آئی تو بندہ زن و فرزند کی تدبیر سے فارغ ہو گیا اور اوصر اوصر کے تفکرات سے
نجات حاصل ہو گئی۔ یہ دیوانگی آپ کی طبیعت و سرشت میں موجود ہے۔ لیکن بے فائدہ عوارض کی خسر
خاشاک میں آپ نے اسے چھپا رکھا ہے۔ کیا کیا جائے۔ اس ظاہری جدائی کے باعث آپ میں کچھ زیادہ
ہی بے مناسبتی محسوس ہو رہی ہے۔ اس کا جلد تدارک کریں۔ اور بے استقامتی کو عین استقامت
جاتے ہوئے اس ظاہری دوری کو دور کریں۔ اس گروہ صوفیاء کی جمیعت (دلی جمعی) باقی مخلوق کی دلجمعی
کے علاوہ ہے۔ جو اسباب دوسروں کے لیے سکون کا باعث ہیں وہ ان کے لیے تفرقہ اور بے چینی کا

سبب ہیں۔ مخلوق کی پراگندگی کے اسباب اختیار کرنے چاہیں تاکہ جمعیت حاصل ہو۔ اور اگر بغرض محال مخلوق کی جمعیت کے اسباب ہیں ہی اس گروہ کو بھی جمعیت عطا کریں تو ایسی جمعیت سے ڈرنا چاہیے اور جناب خدیج سبحانہ میں انتہا کرنی چاہیے تاکہ یہ جمعیت بلائے جان نہ رہے۔ اور دوسروں کے حالات پر قیاس نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ سب کچھ اختلاف درجات کے مطابق تمام مراتب نقص دور ہونے سے پہلے ہے۔ ج

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست

دوست کی جدائی اگر تھوڑی بھی ہو تو تھوڑی نہیں

شاخ طریقت نے بعض مریدوں کو ان کے تمام مراتب سلوک طے ہونے سے پہلے ہی تعلیم طریقت کی اجازت دی ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے حضرت مولانا یعقوب چرخ کی تعلیم طریقت اور بعض منازل سلوک طے کرانے کے بعد فرمایا "اے یعقوب! جو کچھ ہم سے تجھے ملا ہے اسے مخلوق تک پہنچا دے۔ حالانکہ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے ان کو یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد مولانا علاؤ الدین کی خدمت میں رہنا۔ چنانچہ آپ نے زیادہ کام حضرت علاؤ الدین ہی کی خدمت میں انجام دیا۔ یہاں تک کہ مولانا عبدالرحمن بجمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نفعات الانس میں آپ کو پہلے خواجہ علاؤ الدین کے ساتھ قرمید کو ایسی اجازت ملنے سے خود میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے اور اپنے آپ کو کالی نہیں سمجھ لینا چاہیے۔ مولانا یعقوب چرخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت خواجہ ہاشم الدین نقشبند قدس سرہ کے اونچے درجے کے مرید ہیں۔ آپ ظاہری دماغی ملزم کے جامع تھے۔ آپ کا اصل وطن علاقہ غزنویں میں قصبہ جرجند ہے۔ آپ عرصہ دراز تک حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں رہے ہیں۔ آپ کا مزار مبارک قصبہ بہتر علاقہ حصار میں ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

اذا جالستم اهل الصدق فاجلسوا

با الصدق فانهم جواسيس القلوب

یہا خلون فی قلوبکم وینظرون الی

ہمکم

دیکھتے ہیں۔ (رسحات صفحہ ۶)

۳۱۱ حضرت مولانا عبدالرحمن بجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اصل لقب عابد الدین ہے (باقی برآں)

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کچھ مریدین میں شمار کیا ہے۔ اور دوسرے درجے پر آپ کی نسبت حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف کی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس تفرقہ اور پراگندگی کا علاج ارباب جمعیت کی صنعت ہے۔ بار بار اور بڑی تاکید سے یہ مضمون آپ کو لکھا گیا ہے۔

سنا ہے کہ مولانا محمد صدیقی نے نوکری اختیار کر لی ہے۔ اور فقرہ کی وضع اور ان کے طوطی قیے کو چھوڑ دیا ہے۔ افسوس ہزار افسوس کہ کسی کو اعلیٰ علیین سے اسفل ساقین میں ڈال دیں۔ اب اس شخص کا معاملہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا نوکری میں اسے جمعیت نصیب ہوگی یا نہیں ہوگی۔ اگر (بقیہ صفحہ ۱۱) لیکن نور الدین کے قصبے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ شمس محمد شہان العظمیٰ کی ۲۳ تاریخ بوقت مشاء قصبہ جام میں پیدا ہوئے۔ آپ امام الائمہ کا شفیع العظمیٰ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور شاگرد حضرت امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے اجداد کلام پہلے اصمدان کے محلہ رشتہ میں رہتے تھے۔ حوادث زمانہ کے باعث ترک وطن کر کے ولایت جام میں اقامت پذیر ہو گئے۔ آپ ابھی بچے ہی تھے کہ اپنے والد ماجد کے ساتھ ہرات آئے اور مدرسہ نظامیہ میں داخلہ لے کر مولانا جہاد صوفی کے درس میں شریک ہوئے۔ اور ان سے شرح فصیح اور مطلق وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد حضرت میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت مدق و محقق شاگرد مولانا خواجہ علی سمرقندی سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد مولانا سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تلامذہ میں سے ایک عالم ثرلانا شہاب الدین محمد جاجرمی سے استفادہ کیا اور ان سے تکریم اور مطلق کے کچھ تفہات پڑھے۔ پھر آپ سمرقند میں محقق وقت قاضی روم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قاضی روم نے آپ کی جودت طبع اور قوت تصرف کی بڑی تعریف کی۔ پہلے آپ نے مولانا سعد الدین کا شعری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر باطنی علوم اور اسرار و معارف کا استفادہ کیا۔ پھر حضرت خواجہ عبید اللہ اجار سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھیں سے سلسلہ نقشبندیہ کے مطابق علم باطن کی تکمیل کی۔ حضرت مولانا صاحب کلمات بزرگ تھے۔ آپ کی تعنیفات کی تعداد ۵۵ ہے جو نہایت بلند پایہ ہیں۔ آپ کے شاگرد و رشید حضرت مولانا عبد الغفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاشیہ تفہات الاقاس میں آپ کی وفات کا حال بیان کیا ہے جو مختصر یہ ہے کہ: حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بروز اتوار ۱۳ محرم الحرام ۸۸۸ھ میں بیمار ہوئے۔ اس سے چھ دن بعد جمعہ مبارک کے دن علی الصبح آپ کی بعض چلنا بند ہوئی اور عین زمانہ صبح کے وقت آپ کی روح پر فتوح نقس عنصری سے پرداز کر گئی اور آپ دار فنا سے دار بقا کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ کی تاریخ وفات آیہ کریمہ وَمَنْ دَخَلَ كَانَ مِنْنا سے ملتی ہے۔ (رسالت باختصار)

حاصل ہوگی تو بھی بُری ہے، اور اگر حاصل نہیں ہوگی تو بدتر۔

اے اللہ! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو شیرِ معانہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما بیشک تو ہی بے اندازہ عطا فرمانے والا ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر ۱۲۰

یہ مکتوب بھی میر محمد نعمان بدخشی کی طرف صادر فرمایا۔

اربابِ جمعیت کی صحبت کی ترغیب اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

شاید حضرت میر صاحب نے ہم کو قرا مویش کر دیا ہے کہ کبھی سلام و پیام سے یاد نہیں فرمایا، فرمت بت کم ہے، اسے نہایت کامِ اہی میں صرف کرنا چاہیے۔ اور وہ اربابِ جمعیت کی صحبت ہے۔ صحبت کے برابر کسی شے کو نہ جانو۔ چاہے کوئی ہی چیز ہو۔ آپ کو معلوم نہیں کہ صحابہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و بارک کو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ باقی سب لوگوں پر صحبت کی بنا پر نفسیاتی حاصل ہوئی۔ جتنی کہ صحابہ کرام ادیس قرتی اور عمر مرقاتی سے افضل تھے۔ باوجودیکہ یہ دونوں بزرگ صحبت رسول علیہ السلام کے علاوہ باقی تمام درجات کی نہایت اور تمام کمالات کی غایت تک پہنچ چکے تھے۔ اسی صحبت کی فضیلت کی بنا پر ہی حضرت امیر معاویہ کی خطا ان دونوں کے صواب سے بہتر اور عمر بن العاص کی سمو و یسول ان دونوں کی ہوش و بیداری سے افضل تھی۔ کیونکہ ان بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایمان رسول پاک علیہ السلام کی زیارت، فرشتوں کے نزول و حضورِ مشاہدہ وحی اور معائنہ معجزات کی وجہ سے شہودی ہو چکا تھا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سوا اور کسی کو بھی یہ کمالات نصیب نہیں ہو سکے ہو باقی تمام کمالات کی جڑ اور اصل ہیں۔ اگر حضرت ادیس مرقاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحبت کی یہ فضیلت اس خاصیت کے ساتھ جان جیتے قرآن میں صحبت کی اس فضیلت کے پائے سے کوئی چیز نہ روکتی۔ اور نہ ہی وہ صحبت کی اس فضیلت پر کسی اور شے کو ترجیح دیتے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کرتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

سکتہ در رانی بخشند آجے بزور و زرمیر تمیت ایں کار

مکنہ در آب حیات عطا نہیں کرتے۔ زور و زرم سے یہ کام حاصل نہیں ہوتا

اے اللہ! اگرچہ تو نے اس دنیا میں ہمیں طبقہ صحابہ سے پیدا نہیں فرمایا۔ مگر آخرت میں ہجرت

سید المرسلین علیہ السلام والقیات والتسلیمات ہمیں گروہ صحابہ میں اٹھانا۔ (آمین) والسلام

مکتوب نمبر ۱۲۱

یہ مکتوب بھی میر محمد نعمان کی طرف صادر ہوا۔

اس بیان میں کہ یہ راستہ سات قدم قرار پا چکا ہے اور بعض دوست چھ قدم میں اپنی

منزل مقصود تک پہنچے ہیں۔

حضرت میر صاحب کے ہر وقت بے شمار دعائیں شامل حال ہوں۔ مدت ہوئی ہے کہ آپ نے اپنے حالات کے متعلق اطلاع نہیں دی۔ اور یہاں کے فقراء کی خبر گیری نہیں فرمائی۔ الحمد للہ سبحانک والمنة (اللہ سبحانہ کی حمد اور اس کا احسان ہے) کہ فقراء خوش حال ہیں۔ اجمال کے طور پر قصوری سی بات بیان کرتا ہے:

اے محبت کے نشانات والے! یہ سلوک کا راستہ سات قدم قرار پا چکا ہے۔ دوستوں کی ایک جماعت نے چھ قدم ہی میں اپنے کام کو انجام تک پہنچا دیا ہے، اور ایک گروہ نے پانچ قدم میں۔ اور ایک گروہ نے چار قدم اور ایک نے اپنے درجات کے فرق کے مطابق تین قدم ہی میں منزل مقصود کو پایا ہے۔ تین قدم والا بھی لوگوں کو اس راستہ کی تعلیم دے سکتا ہے، تو وہ جماعت بطریق اولیٰ اس راستہ کی تعلیم دے سکتی ہے جو کئی قدم آگے جا چکی ہے۔ بلند ہمتی درکار ہے۔ حقیقہ معمولی اشیاء پر کفایت کرنا ٹھیک نہیں۔ اس سے زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں تھی۔ والسلام

مکتوب نمبر ۱۲۲

حافظ ہر عشق کی طرف صادر فرمایا۔

بلند ہمت بننے کی ترغیب اور جو کچھ آتہ آجائے اس کی طرف ترجمہ نہ کرنے کے بیان میں۔

لے آپ اولاً فرج میں لازم تھے۔ ایک دفعہ جبکہ فرج کوئی قلعہ سر کرنے کی طرف متوجہ ہو چکی تھی، آپ کو خواب میں حضور سرمد کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دوسرے خاندان کلام اور صحابہ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو فرمایا یہ سفر ختم ہونے کے بعد تم فرج سے (باقی برہم)

مولانا محمد طاہر خط کا جواب دیر سے دینے میں جیسے معذور جائیں۔ مولانا یا محمد ہماری نقل و حرکت کی وجہ بتادیں گے۔

جب آپ ہندوستان کے سفر کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں تو چلے جائیں اور اہل و عیال کی خبر گیری کریں۔ والباقی عند التلاقی۔ "باقی ملاقات کے وقت" مثل مشہور ہے۔

دل کی دائمی حضوری اور اختیار کے میل جول سے پرہیز ضروری ہے۔ ہمت بلند رکھنی چاہیے۔ اور جو کچھ ہاتھ آجائے اس پر کفایت نہیں کرنی چاہیے۔ ۵

ما از پئے نور سے کہ بود مشرق افوار

از مغربی و کوب و شکراۃ گزشتیم

ہم اس نور کی خاطر جو مشرق افوار بنا ہوا ہے 'جانب مغرب ستاروں اور فراغ و کشادہ

ملاق سے آگے گزر گئے ہیں۔

اس زمانہ کے اکثر فقراء میراب ہو جانے اور کفایت کے میدان میں مقیم ہو چکے ہیں۔ ان کی صحبت و محاسن نہ ہر قائل ہے۔ ان سے اس طرح دور بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔ اسی طریقت پر کار بند رہیں اور واقعات کو کچھ اہمیت نہ دیں۔ کیونکہ تاویل کی گنجائش کا میدان بڑا وسیع ہے۔ خراب و خیال کے مکر و فریب میں نہ آئیں۔ ۵

کیف الوصول الی سعاد و دود نہا

قلل الجبال و دودنھن خیف

(بقیہ صفحہ نمبر ۱۱) چلے جانا اور فقر و فقر پر کاراستہ اختیار کرنا۔ اس سفر سے واپسی پر آپ نے ایسا ہی کیا اور کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس بزرگ نے آپ کو فرمایا تمہارا حصہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں معلوم ہوتا ہے۔ اور دہلی دلاہور کی طرف جانے کا اشارہ فرمایا۔ آپ حضرت خواجہ باقی باشت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پہنچے چند روز کے بعد حضرت خواجہ قدس سرہ کا وصال ہو گیا۔ تو آپ حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کے آستانہ شریف کے ہو کر رہ گئے۔ اور اس آستانہ سے اپنے فقر و عرفان کا حصہ پالیا۔ آپ کو یہ سعادت حاصل تھی کہ آپ خلوت و جلوت میں عالم بیداری میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت و ملاقات سے مشرف ہوتے تھے اور مدت تک دیوار حبیب کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت امام ربانی علیہ السلام نے آپ کو تعلیم طریقت کی اجازت دے کر جو فقر کی طرف روانہ فرمایا۔

(زبدۃ المقات)

(ترجمہ) سعادۂ مشوقہ تک پہنچنا آسان نہیں کیونکہ اس کے اور میرے درمیان
پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور خوفناک نشیب و فراز حائل ہیں۔
والسلام۔

﴿﴾

اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی حسن توفیق سے حصہ دوم دفتر اول کا اُردو ترجمہ اتمام پذیر ہوا
وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نورہم شام سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ
اجمعین وعلینا معہم برحمتک یا ارحم الراحمین۔

﴿﴾